وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

از افادات:
حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ:
جناب حافظ عبد الرزاق (ایم اے)

حیاتِ انبیاءؑ

— افادات —

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ

— مرتبہ —

حافظ عبد الرزاق ایم۔ اے

— ناشر —

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، دار الفرقان
منارہ ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

حرفِ چند..... حضرت مولانا اللہ یار چکڑالوی رحمۃ اللہ علیہ	۴۱۱		
تعارف	۴۱۲		
موت وحیات	۴۱۳		
باب:۲ ...... مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۲۴		
مذکورہ دلائل کا خلاصہ	۴۳۴	عودِ روح کی بحث	۴۳۶
قرآن کریم اور حیات انبیاء علیہم السلام	۴۴۴	بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا	۴۴۹
حیات انبیاء علیہم السلام کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی	۴۵۲	حیات الانبیاء اور نزول عیسیٰ	۴۵۲
حیات انبیاء اور مفسرین ومحدثین کے واضح اعلان	۴۵۳	حیات انبیاء حقیقی ہے یعنی جسد عنصری سے زندہ ہیں	۴۵۴
بدن عنصری سے روح کا تعلق	۴۵۷	حیات انبیاء بعد وفات دائمی ہے	۴۶۰
بلوغ صلوٰۃ وسلام اور سماع عند القبر	۴۶۶	انبیاء علیہم السلام کا قبور میں نماز باجماعت پڑھنا	۴۷۳
اولیاء اللہ کا بیداری میں انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کرنا اور ہم کلام ہونا	۴۸۱		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا اللہ یار چکڑالوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۰۴ء ...... وفات: ۱۸ر فروری ۱۹۸۴ء

آپ اپنے دور کے نامور عالم اور مناظر اسلام تھے۔ فریق ثانی پر علمی گرفت کرنے میں دست آہنی استعمال کرتے تھے۔ مزاج میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدت وشدت کا پرتو تھا۔ آپ کے شاگرد حافظ عبدالرزاق صاحب نے آپ کے افادات علمی کو ''حیات انبیاء'' کے نام پر جمع کیا۔ یہ ستمبر ۱۹۸۲ء کی بات ہے۔ بیالیس سال قبل کی شائع شدہ کتاب کو ہم اس مجموعہ میں شامل کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں حیات الانبیاء اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عنوان قائم کر کے بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

انسان جب اعتدال کی راہ سے ہٹ جائے تو لازماً افراط یا تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں حقیقت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے حیات انبیاء یا حیات بعد موت ایسی حقیقت ہے جس کی نشان دہی خواہ خالق انسان نے فرمادی کہ: ''بل احیاء'' اور ساتھ ہی اس حیات کی کیفیت کا کھوج لگانے کی سعی لاحاصل میں اپنی قوتوں کو صرف کرنے سے روکنے کے لئے اعلان فرمادیا کہ: ''ولٰکن لاتشعرون''

مگر انسان بھی خالق کے مقابلے میں اس جرأت کا اظہار کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس کا شعور حاصل کر کے رہوں گا اور جب ایسا ہونا ممکن نہیں تو ظاہر ہے کہ اسے شعور حاصل نہیں ہوسکتا۔ مگر اس پر اپنی کسی نارسائی کا اعتراف کرنے کی جگہ اس حقیقت کا انکار کرنے کی حماقت کر بیٹھتا ہے۔ یہ حرکت اگر اتفاقاً ہو جائے تو خیر قابل درگزر ہی سہی۔ مگر ہماری انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ حماقت لب عام ہو گئی ہے اور لطف یہ کہ اس پر فخر اور ناز بھی ہوتا ہے۔

اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے خلاف محاذ آرائی سے روکنے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ یہ کتاب اسی کوشش کی ایک صورت ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ

(مرتب)

موت وحیات

موت وحیات کا الفاظ کا مفہوم ہر انسان کے ذہن میں مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ عام اور سطحی مفہوم یہ ہے کہ جب تک سانس کی آمد وشد کا سلسلہ قائم ہے۔ اسے زندگی کہتے ہیں اور جب یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس حالت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے:

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترکیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشان ہونا

مگر اس مفہوم سے ہٹ کر ان الفاظ کا دوسرا اور حقیقی مفہوم بھی ہے۔ آیئے قرآن حکیم سے اس مفہوم کا کھوج لگائیں۔

قرآن مجید کی دو آیات میں موت وحیات کا ذکر ایک ساتھ اور تقابلی انداز میں ہوا:

۱...... ''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لاتشعرون (البقرۃ:۱۵۴)''

۲...... ''ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عندربھم یرزقون (آل عمران:۱۶۹)''

یہ دونوں آیتیں شہدائے بدر واحد کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ جب کفار ومشرکین عرب نے اپنی قوم کے جذبات کو برانگیختہ کر کے انہیں دین اسلام کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی مہم چلائی تو یہ شور مچانا شروع کیا کہ دیکھو قوم کے نوجوان قوم کا قیمتی سرمایہ ان لڑائیوں میں لٹ گیا۔ انہوں نے خواہ مخواہ اپنی جانوں کو ہلاک کیا۔ انہیں جوانی کی بہاریں دیکھنے اور جوانی کے مزے لینے کی فرصت ہی نہ ملی اور تباہ وبرباد ہو گئے تو رب العالمین نے ان کے جواب میں اور شہداء کی شان میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

پہلی آیت میں تاکید فرمائی کہ اپنی زبان پر بھی یہ لفظ نہ لاؤ کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ تو زندہ ہیں۔ دوسری آیت میں اس سے آگے بڑھ کر سوچ اور خیال پر پابندی عائد کر دی کہ اس انداز سے سوچنا بھی غلط ہے کہ وہ مر گئے۔ یعنی یہ تعلیم دی کہ مومن کی زبان اور اس کے انداز فکر میں یہ عقیدہ راسخ ہونا چاہئے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ان کی حیات کے عقیدہ کا تعلق صرف زبان تک نہ ہو بلکہ دل کی گہرائیوں میں یہ حقیقت راسخ ہو جائے کہ وہ زندہ ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں دو جملوں کے درمیان بل کا لفظ واقع ہوا ہے۔ جس کی اصل وضع اعراض کے لئے ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب بل کے بعد جملہ ہو۔ مفرد نہ ہو تو بل پہلے جملے کا ابطال کرے گا اور دوسرے جملہ کا اثبات کرے گا یا یوں کہئے کہ اس سے مقصد انتقال من الغرض الیٰ غرض آخر ہوگا۔ یہ دونوں یعنی ابطال اوّل واثبات ثانی اور ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف انتقال اس کے نوع ہیں۔ پہلے کی مثال ''بل عباد مکرمون (الانبیاء:۲۶)'' دوسرے کی مثال ''بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا (الاعلیٰ:۱۶)'' ہے۔ ان دونوں مثالوں میں بل کا لفظ اضرابیہ ابطالیہ ہے اور عاطفہ اور ان دونوں آیتوں میں کلام قصری ہے اور قصر قلب ہے۔ دونوں جملوں میں قصر موصوف کا صفت پر ہے۔ چونکہ مشرکین ومنافقین شہداء کو جو موصوف ہیں۔ صفت موت پر بند کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے قصر قلب کر دیا اور موصوف کو دوسری صفت پر بند کر دیا۔ انہوں نے کہا ھم اموات۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل ھم احیا یعنی مشرکین نے انہیں صفت موت پر بند کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے صفت حیات پر۔

طرق قصر میں سے ایک قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے۔ چونکہ متکلم کا اہم قصری صرف خطا وثواب میں امتیاز کرنے کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے عقیدہ میں ثواب وخطا اور حق و باطل کے درمیان جو غلطی یا غلط فہمی واقع ہو چکی ہے وہ نکل جائے اور قصر بالعطف میں بالخصوص اس تصریح کا ترک کرنا جائز ہی نہیں۔

ان دونوں آیتوں کے نزول سے واضح ہو گیا کہ منافقین اور مشرکین اس غلط عقیدہ کا شکار تھے کہ وہ مر گئے اور موت ان کے نزدیک عدمی چیز تھی۔ یعنی وہ بالکل نابود ہو گئے۔ اس اعتقاد کا رد متکلم بلیغ نے یوں فرمایا کہ "اول: ولا تقولوا اموات بل احیاء" "دوم: ولا تحسبن اموات بل احیاء" یعنی موت کی نفی واضح الفاظ میں فرما دی۔

ان آیتوں میں موت کی نفی اور حیات کا اثبات تو ہو گیا مگر دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بدر اور احد کے میدان میں صحابہ شہید ہوئے، جنازے ہوئے دفن ہوئے اور خود قرآن مجید ان کا قتل ہونا واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے تو اس عقدے کا حل کیا ہے۔ اس حل تک پہنچنے سے پہلے چند حقائق کی وضاحت ضروری ہے۔

۱...... قتل کون ہوا؟ ظاہر ہے کہ تلوار نیزہ تیر وغیرہ کا نشانہ یہ بدن ہی تو بنا جو گوشت پوست ہڈی اعصاب وغیرہ کا مجموعہ ہے جو بدن نشانہ بنا وہی قتل ہوا اور منافقین نے بھی اسی کو مقتول، میت اور مردہ کہا۔ قرآن حکیم نے احیاء یعنی زندہ اسی کو کہا جو قتل ہوا۔ ظاہر ہے کہ روح پر نہ تلوار چلی نہ زخم آیا نہ مری۔ اس لئے روح پر لفظ احیاء کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جسم مثالی بھی نہ قتل ہوا، نہ زخمی ہوا، نہ دفن ہوا تو احیاء کا اطلاق اس پر بھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جسم قتل ہوا۔ مقتول ہی دفن ہوا اور مقتول ہی کو قرآن کریم نے احیاء قرار دیا ہے۔

نفس آیت کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہے کہ یقتل فعل کا فاعل ضمیر ہوا ہے جس کا مرجع من موصولہ ہے۔ جس پر فعل قتل واقع ہوا۔ اسی مقتول کے حق میں فرمایا: "بل احیاء ای بل ھم احیاء" ضمیر ہم کا مرجع بھی من موصولہ ہے۔ چونکہ باعتبار لفظ کے من مفرد ہے اور باعتبار معنی کے جمع ہے۔ لہٰذا دونوں کا مرجع بن سکتا ہے۔ سو آیت قرآنی کا اپنا واضح مفہوم یہ ہے کہ من موصولہ سے جو مراد ہے جس پر بوجہ قتل کے موت واقع ہوئی وہی "بل احیاء" یعنی زندہ ہے۔ لہٰذا دونوں آیات قرآنی کا تعلق حیات بدن وجسد عنصری ظاہری سے ہے۔ ان میں حیات روح کا اشارہ تک نہیں۔ یہاں مقتول بدن کے حالات بیان ہوئے، روح کا ذکر نہیں۔

اب ہم پوری آیت نمبر ۲ کے الفاظ پر غور کرتے ہیں الفاظ یہ ہیں: "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما أتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم (آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)" آیت میں انسانوں کے قول کا مقولہ امواتا رد کیا گیا اور فرمایا اصل مقولہ ہم احیاء ہے۔ پھر حیات کے دلائل دیئے۔

۱...... "یرزقون" یعنی وہ صرف زندہ نہیں بلکہ ان کی حیات کو قائم رکھنے کے لئے انہیں رزق دیا جاتا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غذا یا رزق صرف زندہ لوگ ہی کھاتے ہیں۔

۲...... "احیاء عند ربھم" ظاہر ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زندہ ہے: "ماعندکم ینفد وما عنداللہ باق (النحل: ۹۶)" اس لئے "ولما کان بدن المقتول الشھید عنداللہ باق فھو حی لصیرورتہ فی ملک الباقی" "بدن شہید اللہ کے پاس ہے پس وہ زندہ ہے۔

۳...... ''فرحین بما اتھم اللہ'' خوشی اور غم دونوں زندوں کی صفات ہیں مردوں کی نہیں۔
۴...... ''یستبشرون بالذین'' اس امر کی خوشی کہ ہمارے بھائی بھی بہت جلد شہید ہو کر ہمارے پاس آ جائیں گے۔

یہاں الذین سے مراد بدن ہے یا روح تو جس طرح قتلوا کا نائب فاعل بدن ہے۔''ھم اموات'' سے مراد بدن ہیں۔''ھم احیاء'' سے مراد بدن ہیں''عند ربھم''ضمیر کا مرجع بدن ہیں''یرزقون'' کا نائب فاعل بدن''بما اتھم''ضمیر کا مرجع بدن''یستبشرون'' کا فاعل بدن اور''لم یلحقوا بھم''ضمیر کا مرجع بھی ابدان ہیں تو آیات قرآنی سے مقتولین کے بدنوں کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ حیات روح کا آیات میں اشارہ تک نہیں۔ حیات روح اور حالات روح سے ساکت ہے۔ لیکن عدم ذکر روح سے عدم روح لازم نہیں آئے گا۔ اسی طرح یہ سوال بھی غلط ہوگا کہ اگر بدن کو زندہ مان لیا جائے تو اس کے مال میراث میں تقسیم جاری نہ ہوگی۔ اس کی منکوحہ نکاح ثانی نہ کرے گی۔ کیونکہ نکاح و میراث کا تعلق حیات دنیا سے ہے اور ان کی زندگی کا تعلق برزخ سے، وہ ملک ہی دوسرا ہے، اس کے احکام دوسرے ہیں۔

ایک اور سوال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء سے پوچھتا ہے مانگو جو چاہتے ہو وہ کہیں گے''الا ان اردنا انک اعدت اروا حنا منافی اجسادنا حتی نقاتل فنقتل مرۃ اخری''یعنی الٰہی ہماری روحوں کو ہمارے بدنوں میں لوٹا تا کہ ہم دوبارہ آپ کی راہ میں لڑ کر شہید ہوں۔ اس لئے جسم زندہ ہوتا تو روح کو لوٹانے کی درخواست کیوں کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلغاء کے نزدیک کلام میں آخری جملہ مقصود بالذات ہوتا ہے، علم معانی کا قانون ہے کہ کلام نفی صفت پر وارد ہو کر اس صفت کو اڑاتی ہے۔ جیسے''ماجاءنی زید راکبا'' مطلب یہ ہے سوار ہو کر نہیں آیا۔ یہ نہیں کہ سرے سے آیا ہی نہیں''ما رأیت زیدا کلا'' یعنی میں نے زید کو کھاتے ہوئے نہیں دیکھا یہ نہیں کہ مطلق دیکھا ہی نہیں۔ اسی طرح اس حدیث کے اخری الفاظ پر غور کرنے سے بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ:''حتی نقاتل فنقتل مرۃ اخری،''یعنی ارواح کو اس طرح لوٹا کہ ہم دنیا میں جا کر جہاد کر سکیں۔ اس سے برزخ میں عود روح الی الجسد کی نفی نہیں۔ (دراصل کلام الٰہی میں جو قیود ات ہوتی ہیں کلام میں مقصود بالذات وہی ہوتی ہے۔ جیسے آیت مذکورہ میں یرزقون، فرحین اور یستبشرون کی قیود)

مولانا سجاد صاحب نے (اقامۃ البرہان ص ۱۰۵) پر لکھا ہے کہ:''قرآن کی تفسیر وہ معتبر ہوگی جو خود رسول کریم ﷺ نے کی یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین خیر القرون نے کی۔''

اصول تو صحیح ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ آپ نے یہ اصول بتا دینے کے بعد (ص ۱۲۹) تک جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ ارواح شہداء طیوری قالبوں میں ہوتے ہیں اور جنت سے کھاتے ہیں یعنی ان کے دعوے اور دلیل میں دور کی نسبت بھی نہیں جو عبارتیں سجاد صاحب نے پیش کی ہیں ان میں تقریب تام نہیں۔ دلائل کے مطابق دعویٰ نہیں۔ ان عبارتوں میں قرآن کی ان دو آیتوں کی تفسیر کی طرف اشارہ تک نہیں۔ ان عبارتوں میں تو روح کے برزخی حالات مذکور ہیں۔ ان میں مقتول شہید کے بدن کا ذکر تک نہیں اور قرآن مجید میں بدن مقتول کی حیات کا ذکر ہے اور قرآن میں یہاں عدم ذکر روح سے عدم روح یا عدم حیات روح لازم نہیں آتا۔ اسی طرح حدیث میں عدم ذکر حیات بدن سے عدم حیات بدن لازم نہیں آتا۔ قرآن نے حیات بدن

بیان کی۔ حدیث نے حیات روح بیان کی۔ اگر قرآن کی تفسیر ہوتی تو یوں ہونا چاہئے تھا: ”بل ارواحھم احیاء عندربھا یابل ارواحھم احیاء عندربھا فی اجسام المثالیۃ اذالیس فلیس“

حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح روح قتل نہیں ہوئی اسی طرح آپ کا فرضی اور مصنوعی جسم مثالی بھی قتل نہیں ہوا۔ اس لئے بل احیاء میں حیات اس کے لئے جس پر موت بوجہ قتل فی سبیل اللہ واقع ہوئی۔ جسم مثالی نے نہ جہاد کیا، نہ قتل ہوا، پھر عالم برزخ اور جنت میں انعام، ثواب تلذذ کا مستحق جسم مثالی کیونکر ٹھہرا۔ عجیب انصاف ہے۔ مشقت کوئی اٹھائے اور انعام دوسرے کو ملے۔ جو لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے برزخ میں جسم مثالی تسلیم کرتے ہیں وہ بعد از انتقال انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک برزخ میں جسم مثالی نبی ہوگا۔

ان آیات میں ”یقتل، قتلوا، یرزقون“ وغیرہ فعلوں کا فاعل جسم مثالی نہ تو رسول کریم ﷺ نے سمجھا نہ صحابہ نے، نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین نے، نہ مفسرین، محدثین اور مجتہدین نے۔ ہاں! ایک مختصر سے مبتدعین اور ملحدین کے گروہ نے قرآن کے الفاظ کے اندر اپنی طرف سے من مانے معانی داخل کرنے کی ذلیل کوشش کی ہے جو درخور اعتناء نہیں۔ اس سلسلے میں صالحین کی چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔

۱...... (تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۲۹) زیر آیت: ”ولاتحسبن الذین قتلوا الخ۔ ھم احیاء لدلالۃ الکلام علیھا قولہ تعالٰی یرزقون کسائر الاحیاء یأکلون ویشربون وھو تاکید لکونھم احیاء ووصف حالھم التی ھم علیھا من التنعم برزق اللہ تعالٰی“ یعنی وہ یوں زندہ ہیں کہ انہیں اسی طرح رزق دیا جاتا ہے۔ جیسا تمام زندوں کو دیا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے ہیں۔ لفظ یرزقون ان کی زندگی کے وصف کی تاکید ہے۔ اللہ کے رزق سے انعام پانے کی جس حالت میں وہ ہیں اس کی تاکید کرتا ہے۔

۲...... (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۸) بسند جید مروی ہے: ”نبی اللہ حیٌ یرزق“ اس کی شرح میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ترجمان حنفیت ملا علی قاری نے لکھا ہے: ”ولاینافیہ ان یکون ھناک رزق حسی ایضاً وھو الظاھر المتبادر رواہ ابن ماجہ باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ“ اور اس میں کوئی ہرج نہیں کہ رزق سے مراد حسی اور مادی رزق ہو جیسا کہ قرآن کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے سند جید سے ذکر کیا ہے۔ میرک نے محدث منذری سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے اور بھی اسناد اور طرق ہیں۔

۳...... (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۷۰) ”بل احیاء دلیل علٰی حیاتھم وانھم یرزقون ولا یرزق الا الحیّ“ بل احیاء ان کی حیات کی دلیل ہے اور یہ کہ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ رزق زندہ کو ہی دیا جاتا ہے۔

۴...... (بخاری ج ۲ ص ۹۱۴) ”عن عدی بن ثابت قال سمعت البراء قال لما مات ابراھیم قال رسول اللہ ﷺ ان لہ مرضعاً فی الجنۃ“ عدی بن ثابت کہتے ہیں میں نے براء سے سنا فرمایا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنت برزخی میں دودھ پلانے والی موجود ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم کے لئے دنیا میں بدن عنصری کے لئے دودھ ہی مادی غذا تھا۔ بعد موت برزخ میں بھی اسی بدن کو وہی حسی غذا ملی۔ جسم مثالی کے لئے تو دودھ کی حاجت نہ تھی۔ جس بدن ابراہیم پر موت واقع ہوئی۔ دودھ پلانے والی اسی کو دودھ پلانے پر مقرر ہوئی۔

۵...... (بخاری ج ۱ ص ۲۶۳) حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے کہا ”انک تواصل

یارسول اللہ قال انی لست کاحد کم ان یطعمنی ربی ویسقینی'' دوسری روایت یہ ہے ''ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ویسقین'' کسی حدیث میں ہے ''انی لست مثلکم انی اطعم واسقی'' اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غذا کھانے پینے کو ملتی تھی اور غذا بدن مادی کو درکار ہوتی ہے۔ اسی غذا سے خون پیدا ہوتا ہے۔ بدن میں طاقت آتی ہے۔ وہی غذا جو حضور ﷺ کو ملتی تھی۔ اسی کی وجہ سے خون اور طاقت قائم رہتی تھی۔ بدن کمزور نہیں ہوتا اور وہ غذا کسی کو نظر بھی نہیں آتی تھی۔ یہی حال شہداء کے بدنوں کا ہوتا ہے۔ مادی اور حسی غذا انہیں ملتی ہے اور غذا کی خاصیت ہے کہ خون پیدا ہو اور بدن کی طاقت بحال رہے۔

۶...... (سیرت ابن ہشام مع روض الانف ج ۱ ص ۳۵) ''ان رجلاً من اهل نجران کان فی زمن عمر بن الخطاب حضر خربة من خرب نجدان لحاجته فوجدوا عبدالله بن تامر تخت دفن منها قاعدا واضعا یده علی ضربته فی رأسه ممسکا علیها بیده فاذا اخرت یده عنها تنبعث دما واذا ارسلت یده ردها علیها فامسکت دمها''
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نجران کے ایک آدمی نے ایک غیر آباد زمین میں گڑھا کھودا اس میں عبداللہ بن تامر شہید کو پایا کہ سر کے زخم پر ہاتھ رکھا تھا جب ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہنے لگا۔ جب ہاتھ چھوڑا تو زخم پر رکھ دیا اور خون بند ہو گیا۔

اس سے پہلے (۳۴) پر فرمایا کہ عبداللہ بن تامر کے واقعہ کی تصدیق قرآن کریم میں موجود ہے۔ ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا'' اور اس کی تصدیق شہدائے احد کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ ''یصدقه قوله تعالیٰ ولاتحسبن الذین قتلوا الخ۔ وما وجد فی صدر هذه الامة من شهداء احد وغیرهم علی هذه الصورة ولم یتغیروا بعدالدهور الطویلة کحمزه بن عبدالمطلب فانه وجد حین حضر معاویة العین صحیحاً لم یتعوذ اصابت انعام اصبعه فدمیت وکذالک ابوجابر عبدالله بن حرام وعمر وبن الجموع وطلحة بن عبیدالله الی ان قال فاستخرجته من موضعه بعد ثلاثین سنة لم یتغیر ذکره ابن قتیبة فی المعارف والاجنا بذالک صحیحة''

اس کی تصدیق شہدائے احد کے واقعہ سے ہوتی ہے جو امت محمدیہ کے قرن اوّل میں پیش آیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ طویل زمانہ گزرنے کے باوجود ان کے بدن متغیر نہیں ہوئے۔ اسی طرح جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چشمہ کھودا تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا وجود ملا۔ ان کے بدن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جب ان کی انگلی پر بیلچہ لگا تو خون بہنے لگا۔ اسی طرح عبداللہ بن حرام کے والد، عمر بن جموح اور طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کہ ان کو ۳۰ برس کے بعد نکالا گیا تو بدن صحیح وسلامت تھے کوئی تغیر نہیں آیا تھا اس کو ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات صحیح ہیں۔

۷...... (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۹۹) علامہ شوکانی جن کو غیر مقلد ابن تیمیہ کے بعد دوسرے نمبر پر سمجھتے ہیں: ''معنی الأیة عند الجمهور انهم احیاء حیاة محققة ثم اختلفوه فمنهم من یقول انها ترد الیهم ارواحهم فی قبورهم فیتنعمون وقال مجاهد یرزقون من ثمر الجنة وذهب من عدالجمهور الی انها حیاة مجازیة والصحیح اوّل ثم قال والمراد بالرزق هنا الرزق المعروف فی العادات علی ما ذهب الیه الجمهور کما سلف۔ والحمل علی المجازاة بعیدة۔ والمراد بما أتاهم الله ما ساقه الله الیهم من الکرامة بالشهادة وما صاروا فیه من الحیاة وما یصل الیهم من رزق الله''

جمہور کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔ یہ زندگی حقیقی ہے۔ پھر بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد ارواح کو قبروں میں ان کی طرف لوٹایا جاتا ہے کہ وہ کھاتے پیتے اور لذت اٹھاتے ہیں اور مفسر مجاہد کا قول ہے کہ انہیں جنت کے پھلوں سے رزق ملتا ہے۔ جمہور کے خلاف بعض کا کہنا ہے کہ یہ زندگی مجازی ہے۔ مگر پہلا قول صحیح ہے۔ پھر یہاں رزق سے مراد ہی معروف عادی رزق ہے جو حسّی ہے لوگ دنیا میں کھاتے ہیں جیسا کہ جمہور سلف کا مذہب ہے۔ اسے مجازی رزق پر محمول کرنا بعید ہے۔ حق یہ ہے کہ رزق حسّی مادی ہے جس سے ان کے بدن میں خون پیدا ہوتا ہے، "ماآتھم اللہ" سے جو حیات حقیقی برزخ میں عنایت فرمائی اور رزق بھی عنایت فرمایا۔

یہ خیال رہے کہ یہ رزق حسّی اہل برزخ کے نزدیک حسّی ہوگا اہل دنیا کے ہاں وہ حسّی نہیں ہوگا۔

مولوی محمد حسین نیلوی صاحب نے ندائے حق میں کہا ہے: "بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)" میں ضمیر دال بر ذات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ حسب زعم روح معہ جسد عنصری کو رزق ملتا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بطریق تواتر جو حدیث آئی ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں کہ: "جعل ارواحھم فی اجواف طیر خضر الخ" (ص ۸۶)

اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر نہیں ہے۔ آیت تو نص صریح ہے اس میں رزق بدن عنصری میں بدن عنصری کا بیان ہو رہا ہے۔ حدیث میں انعام روح کا جدا بیان ہے۔ سوال یہ تھا کہ جنت میں بدن کو بغیر روح کے انعام ملتا ہے یا نہیں تو جواب ملا: ہاں! ملتا ہے۔ نیز اس حدیث کو متواتر کہنا سینہ زوری ہے۔ کسی نے اس کو متواتر نہیں کہا۔ آپ اسے متواتر کہہ بھی دیں تو آپ کے موقف کو مفید نہیں کیونکہ آپ لوگ (شفاء الصدور ص ۱۶۳) پر حدیث کا انکار کر چکے ہیں اور لکھا ہے کہ کوئی حدیث متواتر نہیں نہ کوئی حدیث صحیح ہے۔

۸...... (مؤطا امام مالک ص ۱۷۷) "عن عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ انہ بلغہ أن عمرو بن الجموح و عبداللہ بن عمر الانصاریین ثم السلمیین کانا قد حضرہ السیل من قبرھما مما یلی السیل و کانا فی قبر واحد وھما ممن استشھد یوم احد فحفر عنھا لیغیروا من مکانھما فوجدا لم یتغیرا کانھما ماتا بالامس و کان احدھما قد جرح فوضع یدہ علی جرحہ فدفن وھو کذالک فاحیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت و کان بین احد و بین یوم حضر عنھما ستة واربعون سنة"

عمرو بن الجموح اور عبداللہ انصاری دونوں سلمی قبیلہ کے تھے۔ سیلاب نے ان کی قبریں ننگی کر دیں دونوں ایک قبر میں مدفون تھے اور دونوں شہدائے احد میں سے تھے۔ ان کی قبریں کھودی گئیں کہ میت دوسری جگہ منتقل کریں تو ان کے جسموں کو اس حالت میں پایا جیسے کل دفن ہوئے ہوں کوئی تغیر نہیں تھا۔ ان میں سے ایک زخمی ہوا تھا زخم پر اس کا ہاتھ تھا اس کو ہٹایا گیا جب ہاتھ کو چھوڑا تو لوٹ کر زخم پر آ گیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب واقعہ احد کے بعد ۴۶ برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔

۹...... (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۲) عمرو بن جموح اور عبداللہ انصاری کے واقعہ کے مزید شواہد کے طور پر "و کان بین احد و یوم حضر منھما ست و اربعون سنة۔ کانھما دفنا بالامس و لہ شاھد باسناد صحیح عند ابن سعد من طریق ابی الزبیر من جابر و اخرج الطبرانی من طریق عتبان بن حضر عن ابی مسلمہ بلفظ وھو کیوم

دفنته۔ وفيه كرامته بكون الارض لم تبلى جسده مع لبثه فيها والظاهر ان ذالك لمكان الشهادة"

۱۰...... (تفسیر خازن ص ۲۲۸) "عن عبدالله بن ابى بكر ان خربته احتفرت فى زمن عمر بن الخطاب فوجدوا عبدالله بن تامر واضعا يده على ضربته فى رأسه اذا احيطت عنها انبعث دما واذا دركت ردد مكانها"

۱۱...... یہی عبارت (معالم التنزیل ص ۲۲۹) پر درج ہے۔ آیت قرآنی کی تفسیر میں یہ سب نکات وواقعات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ شہداء کو جو رزق برزخ میں ملتا ہے۔ اس سے ان کے اجسام کی حیات قائم رہتی ہے۔ جسم گلتے سڑتے نہیں۔ رگوں میں خون دوڑتا ہے اور یہ سب رزق حسی کی بدولت ہوتا ہے۔

۱۲...... (عقیدۃ السفارینی ج ۲ ص ۴۳) "فان الله تعالى ارسل جبرائيل فقبض قبضة من الارض ثم خمرها حتى صارت طينا ثم صوره ثم نفخ فيه الروح بعد ان صوره فلما دخلت الروح فيه صار لحما ودما حيا" جب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیجا انہوں نے مٹھی بھر مٹی لی، اسے خوب گوندھا۔ پھر اس کی صورت بنائی۔ پھر روح پھونکی۔ جب روح اس بدن کی صورت میں داخل ہوئی تو وہ گوشت اور خون والا زندہ آدمی بن گیا۔

معلوم ہوا کہ خون اور گوشت کے لئے بدن کے ساتھ روح کے تعلق کی ضرورت ہے۔ بغیر روح کے بدن میں خون اور گوشت کا موجود ہونا محال ہے۔

بدن کے لئے غذا کی ضرورت ہے ورنہ بدن خشک ہو جاتا ہے۔ خون باقی نہیں رہتا۔ اس لئے ان شہداء کے وجود سے روح کا قوی تعلق تھا اور غذا بھی حسی مادی ملتی تھی۔ ورنہ بدن میں تازہ خون کہاں سے آتا اور بدن کیسے محفوظ رہتا۔

۱۳...... (عقیدۃ السفارینی ج ۲ ص ۳۹) "ان الموت ليس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الى حال ويدل على ذالك ان الشهداء بعد موتهم وقتلهم احياء عند ربهم يرزقون فرحين وهذه صفة الاحياء فى الدنيا واذا كان هذا فى الشهداء كان الانبياء بذالك احق واولى" حقیقت یہ ہے کہ موت عدم محض نہیں بلکہ موت نام ہے ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا اور اس پر شہداء کا وجود دلالت کرتا ہے کہ شہداء بعد موت اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں۔ خوش ہیں اور یہ دنیوی زندگی کے اوصاف ہیں۔ جب شہداء میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں تو انبیاء میں بدرجہ اولیٰ پائے جاتے ہیں۔

۱۴...... (اکلیل شرح مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۹) "بل احياء: حياة الشهداء ثابتة فى الايات والاحاديث وقد اختلفوا فيها وذهب كثير من السلف الى انها حياة حقيقة بالروح والجسد ولكن لا ندركها ولا نعلم حقيقتها ولانها من احوال البرزخ التى لا يطلع عليها" شہداء کی حیات قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ پھر علماء نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے۔ سلف صالحین کی کثیر جماعت کا عقیدہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے روح اور جسد کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے اور اس کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا تعلق احکام برزخ سے ہے جو ہمارے ادراک سے باہر ہیں۔

۱۵...... (روح المعانی ج ۲ ص ۲۰) "واختلف فى هذه الحياة وذهب كثير من السلف الى انها حقيقة بالروح والجسد ولكنا لا ندركها فى هذه النشاة واستدلوا السياق قوله تعالى عند ربهم يرزقون" اس حیات شہداء میں اختلاف ہے اور سلف صالحین کی بڑی جماعت کا عقیدہ ہے کہ یہ حقیقی حیات ہے جو جسم مع روح سے ہے لیکن ہم

اس دنیا میں اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس کی دلیل آیت قرآنی کے سیاق سے لی ہے۔

دوسرا قول ہے کہ حیات روحانی ہے مگر یہ قول مرجوح اور ضعیف ہے۔ "المشھور ترجیح القول الاوّل" خیال رہے کہ جب جسد حقیقی یا جسد اصلی یا میت کا جسد بولا جائے تو جسد سے مراد جسد عنصری ہوتا ہے جو دنیا میں زندہ انسان کا ہوتا ہے جس پر موت وارد ہوتی ہے موت سے موصوف یہی جسد عنصری ہوتا ہے۔

"ونسب (القول الاوّل) الی ابن عباس، قتادہ، مجاھدوالحسن وعمرو بن عبید وواصل بن عطاء والجبائی والروحانی وجماعت من المفسرین" یعنی مفسرین کی یہ عظیم جماعت یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے جو جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے۔

مولانا سرفراز صاحب نے روح المعانی سے یہ اقتباس پیش کیا تو قاضی شمس الدین صاحب ان پر خوب برسے۔ (تسکین القلوب ص۵۷) کہ روح المعانی کی عبارت سے دھوکا دیا ہے۔ صاحب روح المعانی کا مسلک ہضم کر گئے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا سرفراز صاحب نے حیات فی القبر کے اثبات کے لئے یہ عبارت پیش کی ہے انہوں نے علماء کے مسالک بیان نہیں کئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کے ذہن سے وہ حصہ کیوں اتر گیا جو روح المعانی نے سلف کے مسلک کے بیان میں لکھا ہے۔ پھر یہ کہ مسلک سلف مقدم ہے یا روح المعانی کا مسلک سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین تبع تابعین تو شہداء کے۔ لئے حقیقی حیات جسم مع الروح ثابت کر رہے ہیں اور آپ اس کے خلاف چل رہے ہیں۔ آپ سلف کے مسلک کو ہضم کر جائیں تو مضائقہ نہیں اور جو شخص سلف صالحین کا مسلک بیان کرے وہ دھوکا باز۔ اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں۔

۱۶...... (شرح الصدور ص۸۵) مفسر ابن حبان کا قول: "وذھب آخرون الی ان الشھید حی الجسد والروح ولا یقدم فی ذالک عدم شعور نابہ ونحن نراھم علی صفۃ الاموات وھم احیاء کما قال تعالٰی وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب وکما یرا النائم علی ھیئۃ وھو یرافی نومہ ما یتنعم بہ اویتألم قلت ولذالک قال تعالٰی بل احیاء ولکن لا تشعرون فنبہ بقولہ ذالک خطابا للمؤمنین علی انھا لا یدر کون ھذہ الحیاۃ بالمشاھدۃ والحس" دوسری جماعت کہتی ہے کہ شہید جسد اور روح کے ساتھ زندہ ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں کہ ہم نہ سمجھ سکیں ہم ان کو مردہ سمجھتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو دیکھتا ہے کہ پہاڑ جمے کھڑے ہیں۔ حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں اور جیسے ایک سوتا آدمی کہ وہ نیند کی حالت میں خوشی اور غمی کے منظر دیکھتا ہے۔ ہم اسے ویسے ہی پڑا پاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں ان کی اس حیات کا شعور نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی کہ وہ حیات تو ہے لیکن تم اسے حواس اور مشاہدہ سے نہیں سمجھ سکتے۔

"ولکن لا تشعرون" سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ عدم شعور کا تعلق حیات بدن سے ہے۔ کیونکہ حیات روح کا تو سب کو علم ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ بدن قتل ہوئے، دفن ہوئے، میراث تقسیم ہوئی تو پھر زندہ کیسے ہیں۔ اس لئے بتایا کہ بدن زندہ تو ہیں مگر تم نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ تم حواس اور مشاہدہ کے محدود دائرے سے باہر جا نہیں سکتے اور برزخ کا عالم لطیف وہاں کے احکام لطیف مادی حواس لطیف مخلوق کا ادراک کیسے کرے۔

۱۷...... (نیل الاوطار شوکانی ج ۳ ص ۲۱۱) "ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء المرسلین" قرآن کریم کی صریح آیات شہداء کی حیات کے متعلق وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ ان کی زندگی جسمانی ہے جب ان کے وجود زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم کی حیات کی کیفیت کیا ہوگی۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کے ذخیرہ میں بارہا تصریح سے بیان ہوا ہے کہ موت وحیات دونوں صفتیں یکے بعد دیگرے جسد عنصری کی ہیں۔ روح کے لئے تو موت سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس کے لئے حیات ہی حیات ہے۔ اس حقیقت کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول کے طور پر بیان کیا ہے۔

"والصواب ان یقال موت الروح ھو مفارقتھا الجسد فان اریا بموتھا ھذالقدر فھی ذائقۃ الموت وان اریدانھا تعدم وتضمحل فھی لاتموت بل تبقی و فارقتہ ماشاء اللہ" (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۹)

حق بات یہ ہے روح کی موت بس بدن سے جدا ہونا ہے (یعنی بدن سے اس کا تعلق تدبر اور تصرف کا توڑنا ہے۔ تعلق تاثیر توڑنا نہیں) اس جدائی کا نام ذائقہ موت ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ روح معدوم ہو جاتی ہے یا مٹ جاتی ہے تو ایسی موت اس کے لئے نہیں بلکہ روح ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

زندہ اسے کہا جاتا ہے جس کے بدن میں حیات ہو خواہ دخول فی البدن سے یا تاثیر و تعلق روح بالبدن سے صرف روح کے زندہ ہونے کو زندہ نہیں کہا جاتا ہے۔ کیونکہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے۔ روح محل موت نہیں نہ موصوف موت نہ ورود موت ہے روح تو کافر کا فر کی بھی ہوتی ہے۔ پس ہر انسان کی زندگی کا معیار اس کا جسم ہے جسم زندہ ہے تو اسے زندہ کہیں گے۔ جسم مردہ ہے تو مردہ۔ اس لئے جہاں بھی موت وحیات کا ذکر آتا ہے وہاں مراد جسم ہوتا ہے جو موت وحیات کا محل ہے جو لوگ جسم مثالی مراد لیتے ہیں وہ ثبوت پیش کریں کہ پہلے جسم مثالی پر موت آئی پھر اسے قبر میں زندہ کیا گیا ہے۔ نکیرین کا سوال تو اسی سے ہونا چاہئے جسے مکلف بنایا گیا۔ جس کے ساتھ روح کو جوڑا گیا۔ جس نے عمل کیا جسم مثالی کے لئے تو ان اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا موت بھی بدن کے لئے ہے اور حیات بھی بدن کے لئے ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ حیات صرف روح ہے یا روح کے بغیر کوئی اور چیز ہے تو اس سلسلے میں (عقیدۃ السفارینی ج ۲ ص ۳۸) پر ایک بحث ملتی ہے۔ "قالت طائفۃ الروح ھو الحیاۃ وبہ قال الباقلانی ومن وافقہ وکما قال ابو الھذیل المعتزلی"

حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے تحیۃ الاسلام میں فیصلہ کن بات لکھی ہے۔ "والاخصر ان یقال الحیوۃ فی اللغۃ شئی مغائر الروح لاعینہ بل ثمرۃ تعلقہ وقد زعم بعض الناس انہ نفس الحیاۃ ولیس کذالک ففی النصوص ذکر الحیاۃ ولیست روحا" مختصر بات یہ ہے کہ کتب لغت میں کہ حیات روح کے علاوہ ایک چیز ہے عین روح نہیں بلکہ حیات ثمرہ ہے روح کے تعلق کا جو بدن سے ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روح ہی حیات ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ قرآنی آیات میں حیات کا ذکر ہے مگر وہاں روح نہیں ہوتا۔ (جیسے "یحیی الارض بعد موتھا" وغیرہ) (ص ۳۶)

۱۸...... "الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبی المکرم" (ابن حجر مکی ص ۲۵)

"وجمهور العلماء ان حياة الشهداء حقيقية ثم انه في قول انها الروح فقط وفي قول وللجسد ايضا اي بمعنى لا يبلي وانه تستمر فيه امارة الحياة من الدم واطراوة البدن وهذه هو المشاهد في بدانهم كما مز" اور جمہور علمائے اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کی حیات حقیقی ہے۔ جمہور کے علاوہ پھر دو قول ہیں۔ اوّل صرف روح زندہ ہے۔ دوم جسد مع روح زندہ ہے۔ کیونکہ بدن متعفن بوسیدہ نہیں ہوتا اور اس میں زندگی کے آثار خون اور بدن کا تروتازہ رہنا ہمیشہ موجود ہوتے ہیں۔ ان دو چیزوں کا مشاہدہ شہداء کے ابدان میں سر کی آنکھ سے کیا گیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ان اٹھارہ اقتباسات میں مفسرین، محدثین، متکلم اور فقہاء ہر قسم کے علماء کے اقوال اور تحقیق شامل ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کی حیات حقیقی ہے اور وہ جسد عنصری کی حیات ہے۔

اب ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو شیخ القرآن کے رسالہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۴ء میں چھپا ہے۔ عنوان ہے۔ نا قابل انکار صداقت اور عبارت ہے:" مذہب کی سچائی اور اچھائی کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور نا قابل انکار حقیقت، مشاہدہ چشم دید واقعہ ہے۔ آیئے! اب ہم صداقت دین اسلام اور حقانیت قرآن پر اپنے ہی زمانہ کا ایک مشاہدہ چشم دید واقعہ پیش کرتے ہیں تاکہ حق پرست اور انصاف پسند اہل و فہم طرفداری سے بلند ہو کر سوچیں اور حقیقت تک پہنچیں۔"

قصبہ سلیمان پاک جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلہ ہے زمانہ قدیم میں جس کا نام مدائن تھا جہاں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔ یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسی مشہور صحابی مدفون ہیں اور آپ کے گنبد مزار سے متصل نبی آخر الزمان کے دو صحابہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے مزارات ہیں۔ ان دونوں صحابہ رسول کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک غیر آباد جگہ پر تھے اور ہوا یہ کہ حضرت حذیفہ نے کواب میں ملک شاہ فیصل اوّل شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں شاہ دیکھتا رہا۔ شاید بے پرواہی یا انہماک امور سلطنت کے باعث بھول گیا۔ تیسری شب حضرت موصوف نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرمائی کہ ہم دو راتوں سے شاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ اب تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بندوبست کراؤ۔

چنانچہ اگلے روز صبح صبح ہی مفتی اعظم نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لئے بادشاہ سے ملے اور اس سے اپنا خواب بیان کیا۔ شاہ نے کہا میں بھی دو راتوں سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں۔ آخر کافی غور و مشورہ کے بعد شاہ نے مفتی اعظم سے کہا آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں۔ اس کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔ جب مفتی اعظم نے مزارات کھولنے اور نعشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دے دیا تو یہ فتویٰ اور شاہی اعلان اخباروں میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز عید قربان بعد نماز ظہر ان دونوں اصحاب رسول ﷺ کے مزارات کھولے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ اعلان شائع ہونا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ ان دنوں موسم حج ہونے کے باعث تمام

دنیا کے مسلمان حج کے لئے حرمین شریفین میں جمع تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا تو انہوں نے شاہ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، روس اور ہندوستان وغیرہ کے ملکوں نے شاہ عراق کے نام بے شمار درخواستیں بھیجیں کہ ہم بھی جنازہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند دن بڑھا دی جائے۔

چنانچہ دنیا کے مسلمانوں کی خواہش پر دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد ادا کی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی خواب میں ان مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیش نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات کے قریب نہ آئے۔ آخر کار وہ دن بھی آ گیا۔ جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پاک میں جمع ہو گئے۔ دوشنبہ کا دن تھا۔ بارہ بجے دن کے بعد لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار میں پانی آ چکا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی پیدا ہو چلی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے دو فرلانگ دور تھا۔ آخر کار ان نعشوں کو نکالا گیا۔ ان کی نعشوں کو کرین کے ذریعہ اٹھایا گیا اور خود بخود سٹریچر پر آ گئیں۔ اب کرین سے سٹریچر کو علیحدہ کر کے ہز مجسٹی شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق اور وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور ایک شیشے کے صندوق میں رکھ دیا۔ دونوں نعشوں مبارک کے کفن حتی کہ ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح سلامت حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ نعشیں تیرہ سو سال سے قبل کی ہیں۔ بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت کئے ہوئے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا۔

سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پر اسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر دیکھیں لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہرتی نہیں تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے جو یہ منظر دیکھا اتنا بے اختیار ہوا، آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپ کے مذہب اسلام اور بزرگی صحابہ کا اور کیا ثبوت ہونا چاہئے اور مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑتے ہی کہا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اس واقعہ کے بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی اور نصرانی خاندان جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کے لئے آتے، مسلمان ہو کر واپس جاتے رہے، ان کی تعداد کا اندازہ لگانا آسان نہ تھا یہ کسی کتاب کا لکھا ہوا واقعہ نہیں ہے بلکہ اسلام کا چشم دید معجزہ ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۳۲ء میں پیش آیا۔''

یہ حال شہداء کا ہے کہ انہیں دیکھ کر کفار بھی مسلمان ہوئے لیکن کتنا بڑا المیہ ہے کہ جناب شیخ القرآن صاحب اسلام کا دعویٰ کر کے خود اس حقیقت کا انکار کر بیٹھے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہوتے ہیں اور یہ انکار اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ قریہ بہ قریہ اس گمراہی کو پھیلانے کے لئے کمربستہ ہو گئے اور اس پر مستزاد یہ کہ جو لوگ ان کے لکھے ہوئے واقعہ کے مطابق حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں انہیں بھی شیخ القرآن گمراہ اور مشرک کہتے ہیں۔ ماہنامہ میں یہ واقعہ نقل کرنے کی غرض یہ لکھی کہ حق پرست، انصاف پسند، اہل علم و فہم طرفداری سے بلند ہو کر سوچیں اور حقیقت تک پہنچیں۔ مگر آپ کو سوچنے اور حقیقت تک پہنچنے کی توفیق نہ ملی۔ پھر کوئی آپ کو حق پرست کہے تو کیونکر انصاف پسند کہے تو کیسے اہل علم و فہم کہے تو کس بنا پر اور طرفداری سے بلند ہو کر سوچنے والا سمجھے تو کس دلیل سے۔ آپ تو ان میں سے کسی وصف کے مستحق نہیں۔

باب : ۲

مسئلہ حیات النبی ﷺ

اہل سنت والجماعت کے نزدیک حیات النبی ﷺ کا مسئلہ کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ مگر اس صدی کا یہ ایک المیہ ہے کہ گنتی کے چند افراد نے اجماعی عقیدے سے انحراف کرتے ہوئے پہلے تو برسبیل تذکرہ یہ مسئلہ چھیڑا۔ پھر اختلاف سے ترقی کر کے مخالفت تک پہنچایا۔ پھر عوام میں افتراق پیدا کر کے یہاں تک پہنچایا کہ اس اجماعی مسئلہ سے اتفاق کرنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا۔ اتفاق یہ کہ گنتی کے یہ چند افراد اپنے آپ کو دیوبند مکتب فکر سے منسوب کرتے ہیں بلکہ اب تو اس مکتب فکر کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں اس طرح یہ مکتب فکر نشانہ ملامت بننے لگا تو دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس گتھی کو سلجھانے کے لئے اپنی سی کوشش کر ڈالی۔ اس کی کچھ تفصیل دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ اس نئی تحریک کا پس منظر سامنے آجائے۔

شیخ القرآن مولوی غلام اللہ صاحب کے جاری کردہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء میں مولوی صاحب نے مولانا قاری محمد طیب صاحب کا ایک مکتوب شائع کیا اس کے کچھ اقتباس یہاں دیئے جاتے ہیں۔ اس پر حضرت قاری صاحب کے علاوہ مولوی غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین، مولوی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ اور مولوی محمد علی جالندھری کے دستخط ثبت ہیں۔

مضمون مکتوب کے کچھ حصے یہ ہیں: ''برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علمائے دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی سے زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ایسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ! علمائے دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثۃً پایا ہے اور اس بارہ میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔''

علمائے دیوبند اور مسئلہ حیاۃ النبی کے سلسلے میں ایک اور المیہ کا حوالہ دینا بھی مناسب ہوگا وہ یوں کہ بریلوی مکتب فکر کے کچھ حضرات نے یہ الزام لگایا کہ علمائے دیوبند برزخ میں حیات انبیاء کے قائل نہیں اور الزام کو تقویت پہنچانے کے لئے ان حضرات نے حق وانصاف کی روش سے ہٹ کر علمائے دیوبند کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا تو مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ایک مفصل جوابی فتویٰ ''المهند على المفند'' کے نام سے مرتب فرما کر علمائے حرمین کو ارسال کیا۔ اس میں مولانا نے اس خاص مسئلہ پر علمائے دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے۔

نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی حیات حیات دنیوی ہے اور اس نقطہ نظر کی تائید کے لئے بانی دیو بند حضرت مولانا محمد قسم نانوتوی کی کتاب آب حیات کا حوالہ بھی دیا کہ علمائے دیو بند کا یہ عقیدہ حیات انبیاء انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں جو حوادثات کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آ گیا ہو۔ پھر اس مسئلہ کے بارے میں حضرت نانوتوی کے رسالہ کی تائید میں اس وقت تمام اکابر علمائے دیو بند کے توثیقی دستخط بھی اس میں ثبت کرائے جس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ مسئلہ حیات انبیاء کے بارے میں یہ مذکورہ عقیدہ صرف ان کے سلف کا نہیں بلکہ خلف بھی اس کے اسی طرح قائل ہیں۔ جس طرح سلف قائل تھے اور اس طرح یہ مسئلہ اثبات حیات انبیاء بطرز مذکور سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفقہ رہا ہے اور تمام علمائے دیو بند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد بھی منحرف نہیں ہے۔

حضرت قاری صاحب کے متذکرہ مکتوب میں آگے قاری صاحب بیان فرماتے ہیں: ”۲۲ر جون ۱۹۶۲ء جمعہ کے دن دونوں جانب سے یہ سب بزرگ احقر کی قیام گاہ میں جمع ہو گئے۔ مدرسہ عثمانیہ حنفیہ میں اس مجلس میں اس احقر نے اسی معاملہ کی ساری روئیداد بیان کر کے مسئلہ کا وہ منقح قدر مشترک دونوں جانب کے ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ گفتگو نہایت دوستدارانہ مخلصانہ ماحول میں ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک کی تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس تحریری یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔

عامۃ المسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلے میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرما دیں یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

عبارت حسب ذیل ہے: وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔“

دستخط	دستخط	دستخط	دستخط
احقر محمد طیب حال وارد راولپنڈی ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء	قاضی شمس الدین	قاضی نور محمد	لاشئی غلام اللہ خان

اس کے بعد قاری صاحب نے عنایت اللہ شاہ کے متعلق فرمایا کہ وہ مؤول نہیں منکر ہیں گو ان کی یہ تاویل بمقابل جمہور اس ناچیز اور ہر دو دستخط کنندگان بزرگان ممدوحین بالا کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہے۔ مولوی غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین اور قاضی نور محمد تینوں حضرات نے عہد کیا کہ ہم آئندہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں کسی قسم کی غلط بیانی نہیں کریں گے۔ ان امور کا اعلان کیا گیا:

۱...... یہ کہ مسئلہ حیات انبیاء جمہور کا اجماعی مسئلہ ہے۔
۲...... یہ کہ حیات انبیاء کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔
۳...... یہ کہ حضرات انبیاء برزخ میں حیات دنیوی سے زندہ ہیں عبادت میں مشغول ہیں۔
۴...... یہ کہ علمائے دیوبند نے عقیدہ حیات انبیاء کا کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے۔
۵...... یہ کہ علماء کو یہ عقیدہ ان کے اسلاف سے بطور میراث کے ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔
۶...... یہ کہ مسئلہ حیات انبیاء کا عقیدہ سلف سے لے کر خلف تک یکسانی سے مسلمہ ومتفقہ رہا ہے اور تمام علمائے دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد بھی منحرف نہیں۔
۷...... یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو برزخ میں ان کے اجسام عنصریہ کے ساتھ ارواح مبارکہ کو ایسا تعلق ہے جیسا دنیا میں تھا۔ اسی وجہ سے انبیاء کو برزخ میں دنیوی جسمانی حیات حاصل ہے۔

ان مسائل پر مولوی غلام اللہ خان اور قاضی شمس الدین صاحب نے دستخط کر دیئے۔ مگر افسوس کہ یہ دستخطی عہد نامہ بس کاغذ کی زینت بن کر رہ گیا اور عہد کی پابندی کی صورت یہ ہوئی کہ اس عقیدہ کے خلاف تصنیف وتالیف کا مستقل کاروبار شروع کر دیا گیا۔ ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء کے پرچے میں یہ خوش خبری سنائی گئی کہ علمائے دیوبند کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ مسئلہ حیات النبی میں یہ مژدہ کیا ہے، ایک معمہ ہے کیونکہ قاری صاحب فرمائیں کہ علمائے دیوبند سلف سے خلف تک متفق رہے ہیں اور آپ کہیں کہ دو گروہ بن گئے۔ قاری صاحب کہیں کہ علمائے دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے، کوئی فرد بھی منحرف نہیں تو کیا فرد کے بغیر بھی گروہ بن جایا کرتے ہیں۔ ہاں! ایک صورت ہو سکتی ہے کہ دستخط کرنے والے مسلک دیوبند سے منحرف ہو گئے ہوں۔ اسلاف واخلاف سے بغاوت کر لی ہو۔ مگر اس صورت میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ گندم نما جو فروش نہ بنیں۔ اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت سے منسوب نہ کریں۔ دیوبند اور مسلک دیوبند کا نام نہ لیں اور ان بزرگوں کو بدنام نہ کریں۔

قاری صاحب نے فرمایا کہ جمہور علماء کے مقابلہ میں عنایت اللہ شاہ کی تاویل قابل قبول نہ ہوگی۔ بات تو درست ہے مگر عنایت اللہ شاہ اچھے واعظ سہی لیکن اہلسنت کو خیرباد کہہ دیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ممکن ہے ان کے مطالعہ سے نہ گزرا ہو کہ:

(الف) ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولّی ونصلیہ جهنم (النساء:۱۱۵)''

(ب) ''من شذ شذ فی النار''

(ج) ''من فارق الجماعة ثم مات مات میتة الجاهلیة''

(د) ''اتبعوا السواد الاعظم''

(ر) ''علیکم بالجماعة''

اب ہم اس مسئلہ پر اہلسنت والجماعت کے اجماع کی کچھ تفصیل پیش کرتے ہیں:

۱...... (الفتاوی الکبری الفقہیہ ابن حجر مکی ج۲ ص۱۳۵) بقدر ضرورت: ''سئل عن حدیث احمد وابی داؤد بیهقی مامن احد یسلم علیّ الی رد اللّٰه الی روحی حتی ارد علیه السلام ما الجواب عنه مع الاجماع علی حیاة الانبیاء

کما تواترت الاخبار بہ" ابن حجر مکی سے ان تین حدیثوں کے متعلق سوال ہوا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں تو کیا جواب ہے باوجودیکہ انبیاء کی حیات پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

۲...... (القول البدیع علامہ سخاوی ص ۱۶۷)"السادس رسول اللہ ﷺ حیّ علی الدوام یؤخذ من ھذہ الاحادیث انہ ﷺ حیّ علی الدوام وذالک انہ محال عادۃ ان یخلوا الوجود کلہ من واحد یسلم علیہ فی لیل ونہار ونحن نؤمن ونصدق بانہ ﷺ حیّ یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض والاجماع علی ذالک" نبی کریم ﷺ کو دائمی زندگی حاصل ہے۔ یہ بات ان مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور یہ کیوں ہے؟ اس لئے یہ عادۃً محال ہے کہ کوئی وقت رات دن میں ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ پر صلوٰۃ وسلام کہنے والا کوئی نہ ہو۔ ہم ایمان لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ان کو رزق ملتا ہے۔ آپ کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی اور اسی حیات پر اجماع ہے۔

۳...... (الجوہر المنظم فی زیارت القبر الشریف النبی المکرم ص ۲۴) پر بعینہٖ وہی الفاظ ملتے ہیں جو القول البدیع میں علامہ سخاوی نے فرمائے ہیں۔

۴...... (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۴)"وحیاۃ النبی فی قبرہ وھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواتر الاخبار بہ" قبر شریف میں حضور اکرم ﷺ و دیگر انبیاء کی زندگی علم قطعی سے معلوم ہے۔

۵...... (شرح شفاء قاضی عیاض معہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۹)"فمن المعتقد المعتمد انہ ﷺ حیّ فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم" قابل اعتماد اور معتمد علیہ عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں جیسے دوسرے انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۶...... (نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمن مولانا عبدالحلیم لکھنوی ص ۱۶) حیات انبیاء کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۷...... (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷ و اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳) وحیاۃ انبیاء متفق علیہ است وہیچ کس دروے خلاف نیست حیاۃ جسمانی دنیوی حقیقی نہ روحانی ومعنوی۔ حیات انبیاء پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کسی کو اختلاف نہیں وہ حیات جسمانی حقیقی ہے روحانی معنوی نہیں۔

۸...... (جذب القلوب ص ۱۸۴) استاد منصور بغدادی میگوید محققین متکلمین برانند کہ رسول خدا ﷺ حی است بعد از وفات ومسرور می شود بطاعت امت واجساد انبیاء بوسیدہ نمی شود در قبر۔ یعنی تمام محققین کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔

۹...... (جذب القلوب ص ۱۸۶) بدانکہ تمام اہل سنت وجماعہ اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم، سمع مر سائر اموات را از احاد بشر خصوصاً انبیاء علیہم وقطع میکنم بعود حیات مر ہر میت را در قبر چنانکہ در احادیث درود یافتہ است وو ارد نشدہ است کہ بعد از عود حیات در قبر بار دیگر موت عود میکند بلکہ نعیم قبر وعذاب آں دا تا قیامت ادراک می کند وشک نیست کہ ادراک مشروط بحیات است "الی ان قال ولیکن ادلہ" کہ برحیات انبیاء دلالت دارند مقتضائی آں حیات ابدان است۔ چنانچہ در دنیا بود باوجود استغناء از غذا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہر میت کو قبر میں ادراک ہوتا ہے۔ مثلاً سننا، جاننا، دیکھنا وغیرہ بالخصوص انبیاء کرام کو۔ اہل سنت قطعی یقین رکھتے ہیں کہ بعد موت ہر میت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ ثابت نہیں کہ عودروح کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے اس کے بعد بھی موت ہے بلکہ عودروح کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے اس پر عذاب وثواب قیامت تک ہوتا ہے اور الم اور تلذذ کے لئے حیات شرط ہے اور حیات کے بغیر نہ سماع اور نہ الم اور درد اور لذت جو حدیثیں حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء اپنے عنصری دنیوی بدنوں سے قبروں میں زندہ ہیں اور کھانے پینے سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

۱۰ ...... (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸)''وانا اقول بھا فی حق الانبیاء علیہم السلام وقد الف البیھقی جزأ فی حیاتھم فی قبورھم''(میں حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتا ہوں) امام بیہقی نے قبر میں حیات انبیاء پر ایک کتاب لکھی۔

۱۱ ...... (انوار المحمود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)''انھم اتفقوا علی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم جل حیاۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیہ لا خلاف لاحد فیہ''(جمہور علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں)

۱۲ ...... (تیسیر القاری شرح بخاری شیخ نورالحق محدث دہلوی ج ۳ ص ۲۶۲) پوشیدہ نماند کہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام وتکلم آنہا چنانکہ درحدیث مذکور بوضوح پیوستہ ناظر دراں است کہ آنہا باشخاص واجساد دیدہ وقول مختار ومقرر جمہور اہلسنت کہ انبیاء بعد از ذاقت موت زندہ اند بحیات دنیوی یعنی حیات انبیاء در برزخ مانند حیات دنیوی است بلکہ حیات برزخی آں بزرگاں اعلیٰ وافضل است واقوئی است از حیات دنیوی بمراتب کہ عقل از تصور قاصر است۔ ظاہر ہے کہ شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیائے کرام کو دیکھنا اوران سے کلام کرنا ان کے اشخاص اور جسموں کے ساتھ تھا جیسا کہ واضح طور پر احادیث میں مذکور اور جمہور علماء کا مذہب مختار یہ ہے کہ انبیاء کرام موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ ان کی حیات برزخی ٹھیک ٹھیک حیات دنیوی کی مانند ہے۔ بلکہ ان کی برزخی زندگی دنیا کی زندگی سے افضل ہے اور اس قدر قوی ہے کہ اس کے تصور سے عقل عاجز ہے۔

۱۳ ...... (وفاء الوفا ج ۲ ص ۵۵۹) صدیق اکبر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ حیاۃ النبی کا تھا:''وقال ابوبکر لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیاً ومیتاً'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز اونچی کرنا جائز نہیں خواہ اس دنیا میں ہوں یا بعد وفات۔''ان کانت عائشۃ تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور الطیفۃ بمسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فترسل الیھم لا یؤذوا رسول اللہ'' یعنی مسجد نبوی کے قرب وجوار میں کسی گھر میخ گاڑی جاتی تو اس کی آواز سن کر حضرت عائشہ کہلا بھیجتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء مت دو۔

۱۴ ...... (وفاء الوفا ج ۲ ص ۵۵۹) فاروق اعظم کا عقیدہ حیات النبی کا تھا''وقد تقدم قول عمر ان مسجدنا ھذا لا ترفع فیہ الاصوات'' یعنی حضرت کا فرمان تھا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز بلند نہ کی جائے۔

معلوم ہوا کہ صدیق وفاروق اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ یہی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

۱۵ ...... (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۵۶) حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی ہے، دنیا کی سی نہ حیات روحانی معنوی۔ اموات بھی سنتے ہیں سلام اور کلام اور عرض ہوتے ہیں، اعمال اقرباان کے بعض ایام میں۔

۱۶...... (رسالت حیات نبوی ص ۲۲) مولانا محمد ادریس بحوالہ مولانا محمد قاسم نانوتوی: اہلسنت والجماعت کے تمام سلف سے خلف تک کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور مشغول عبادت ہیں۔

۱۷...... (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۷) مولانا خلیل احمد محدث: "ان نبی ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم ولا فرق ان یکونوا فوق الارض او تحت الارض حجابھا کما لا فرق فی حضورہ وغیبتہ فی زمان حیاتہ" نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسے تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نبی کریم ﷺ سطح زمین پر ہوں یا زمین کے پردوں کے نیچے ہوں جیسا اس دنیوی زندگی میں حضور ﷺ کے گھر میں موجود ہونے اور سفر پر گھر سے باہر ہونے میں کوئی فرق نہیں۔

۱۸...... (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۴۰۵) "فاکثروا علی الصلوٰۃ فیہ (ای فی یوم الجمعۃ) فان صلوتکم معروضۃ علیّ قال وقالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فان الانبیاء فی قبورھم احیاء قال قال ابن الحجر المکی وما افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیاۃ بھا التعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکۃ امر لا حیرۃ فیہ ثم قال انھا (ای صلوٰۃ) تعرف علیہ ﷺ وانہ حی فی قبرہ وقد اخرج ابن ماجہ باسناد جید انہ ﷺ قال لابی الدرداء ان اللہ حرّم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء وفی روایت الطبرانی لیس من عبد یصلی علیّ الابلغنی صلوتہ قلنا بعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حیّ بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعۃ امتہ وان الانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسمع ثابت لسائل الموتی وقد صح عن ابن عباس مرفوعاً من احد یمر علی قبر اخیہ المؤمن وفی روایت بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ رد علیہ السلام۔

وصح انہ کان یخرج الی البقیع لزیارۃ الموتیٰ ویسلم علیھم وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان حیاتھم متعلقۃ باجسادھم فکیف بالانبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی وفی صحیح مسلم عن النبی ﷺ قال مررت بموسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" اسی طرح (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۲۴۸) پر موجود ہے۔

جمعہ کے دن میری ذات پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ تمہارا درود وسلام میرے سامنے پیش ہوتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا۔ جب کہ آپ کا وجود بوسیدہ ہو چکا ہوگا فرمایا انبیاء کے وجود کو کھا جانا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا جس کا مفاد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے لئے ثابت ہے اور ایسی حیات جس کے ساتھ وہ عبادت کر لیتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں باوجود اس کہ وہ کھانے پینے سے مستغنی ہیں۔ جیسے ملائکہ۔ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں اور صلوٰۃ وسلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد سے جید اسناد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمین پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے وجودوں کا کھانا حرام کر دیا ہے اور طبرانی میں نبی

کریم ﷺ کا فرمان یوں ہے کہ جو شخص مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچتا ہے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی وفات کے بعد بھی صلوٰۃ وسلام پہنچے گا۔ فرمایا ہاں بعد وفات بھی پہنچے گا۔ کیونکہ اللہ نے انبیاء کے وجود کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ محققین علماء کی جماعت کا مذہب ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد وفات زندہ ہیں اور امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور زمین انبیاء کو بوسیدہ نہیں کرتی باوجودیکہ مطلق ادراک جیسا دنیا والوں کی کلام کا سننا۔ ان کو دنیا کا اور دنیا والوں کا علم ہوتا ہے۔ یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے صحیح حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر سے گزرے یا کسی شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا اور اسے سلام کہے تو وہ میت اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور علامہ ابن ابی الدنیا نے بیان کیا کہ زندہ شخص میت بھائی یا کسی کی قبر سے گزرے جو دنیا میں اسے جانتا تھا اور میت کو سلام کہے تو میت اس زندہ کو پہچان بھی لیتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اگر نہ پہچانتا ہو تو صرف جواب سلام کہتا ہے اور مسلم شریف میں صحیح حدیث میں آچکا ہے کہ نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں جاتے تھے اور قبر والوں کو سلام کہتے تھے اور قرآن کریم کی صحیح نص میں وارد ہوا کہ شہداء زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات ان کے جسموں کی ہے صرف روحوں کی نہیں۔ جب یہ جسموں سے زندہ ہیں تو انبیاء کی حیات کا کیا کہنا اور صحیح حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ روایت کیا اس کو محدث منذری نے اور صحیح کہا اس کو محدث بیہقی نے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا سرخ ٹیلہ کے پاس وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں۔

اب ہم عقائد علمائے دیوبند اس کتاب سے نقل کرتے ہیں جو مرکزی اور اجماعی کتاب ہے۔ اس پر تمام علمائے دیوبند اور علمائے ممالک اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ اکابر دیوبند نے یہ کتاب علمائے حرمین شریفین اور علمائے ممالک اسلامیہ کے سامنے پیش کی۔ ان میں علمائے مصر، شام، حلب اور ہندوستان شامل ہیں۔ ان میں چاروں مذاہب فقہ تھے اور ان سب نے ان عقائد کی تحقیق کی اور مہر تصدیق ثبت فرمائی۔ اس اجماعی عقیدہ کی تحریری اور مصدقہ دستاویز کی موجودگی میں اگر کوئی شخص ان عقائد کے برعکس کوئی عقیدہ علمائے دیوبند سے منسوب کرے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ دھوکہ باز اور فتنہ پرداز ہے اور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلک دیوبند سے منسوب کرے اور ان اجماعی متفقہ عقائد کے خلاف عقیدہ رکھے اور اسے پھیلائے تو ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا اور فریبی ہونے کے علاوہ خود فریبی اور ابلہ فریبی کا شغل اختیار کئے ہوئے ہے اور اگر اس کا یہ جنون بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جائے کہ ان مسلمہ اکابر کو گمراہ ثابت کرنے لگے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ نفاق کے مرض میں بری طرح مبتلا ہے۔

ہاں! یہ ایک فطری بات ہے کہ اس مرکزی دستاویز کے متفقہ مسائل میں فقہی جزئیات، توجیہات وتعبیرات کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دیوبندیت کسی واحد شخصیت کا نام نہیں نہ ہی کسی خاص شخصیت کی تقلید کا نام ہے بلکہ یہ تو علمائے دیوبند کے اجماعی مسلک کا مظہر ہے۔

دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرنے والے اگر اس اجماعی مسلک سے ہٹ کر اپنی تجویز کردہ پگڈنڈی پر چل نکلے ہیں تو اپنی اس بدعت کے ثبوت میں طرح طرح کے سہارے تلاش کرتے ہیں۔ مجملہ یہ کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی

کا عقیدہ حیات انبیاء کے متعلق دیوبندوں کے خلاف ہے جیسا کہ آب حیات میں مذکور ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ عقائد دیوبند کا مدار ''آب حیات'' پر نہیں بلکہ علمائے دیوبند کا اجماعی عقیدہ وہ ہے جو ''المہند'' میں درج ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا آب حیات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو وہ مبتدع مشرک اور کافر ہے۔ اگر نہیں تو ان توحیدیوں نے اس کا سراغ کہاں سے پایا۔ پھر یہ بات ہے اگر واقعی آپ کے خیال کے مطابق علمائے دیوبند کا عقیدہ غلط ہے تو اپنے آپ کو اس مسلک سے منسوب کرنے میں کیا تک ہے اور اس شتر گربگی کا آخر مقصد کیا ہے۔

گو مسئلہ حیات النبی ﷺ کوئی اصولی مسئلہ نہ تھا۔ مگر اس کی آڑ میں ایک اصولی مسئلہ پامال کیا جا رہا ہے اور وہ ہے اعتماد علی السلف چنانچہ اس نومولود گروہ نے اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے احادیث رسول کا مذاق اڑایا۔ احادیث کی تکذیب کی۔ حدیثوں کے صریح مدلولات میں غلط تاویلات سے کام لیا اور اپنی سی کوشش کر ڈالی کہ حدیث پر سے ائمہ حدیث، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین اور سب سلف صالحین پر سے امت کا اعتماد اٹھ جائے۔ بلکہ ان کی کوشش کا ماحصل یہ ہے کہ کسی کی نہ سنو۔ ہماری سنو۔ قرآن و حدیث کو بھول جاؤ، ہماری بات پلے باندھو اور حقیقت یہ ہے کہ دین نقل اور خبر ہے۔ نقل میں منقول عنہ پر اور خبر میں مخبر عنہ پر اعتماد ضروری ہے ورنہ نقل اور خبر کی صداقت کا کیا اعتبار۔ لہٰذا دین سے اعتبار اٹھ گیا اور تاریخ شاہد ہے کہ ہر باطل فرقہ نے ہمیشہ اسی کامیاب ہتھیار سے کام لیا اور سلف صالحین کی سیرت اور صداقت و امانت پر حملہ کر کے اسے مجروح کیا اور نتیجۃً صراط مستقیم سے خود ہٹے دوسروں کو ہٹایا پھر جس وادی میں چاہیں ہلاک ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب ناقلین دین قابل اعتبار نہ رہے تو ایسے دین سے کون چمٹا رہے۔

اجماعی عقیدہ علمائے دیوبند (المہند ص ۲۹) حرمین کے علماء کے سوال خامس کے جواب میں: ''ما قولکم فی حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ الشریف ھل ذالک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المؤمنین حیاۃ برزخیۃ'' نبی کریم ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق آپ کا کیا قول ہے۔ کیا خاص حیاۃ حضور ﷺ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

الجواب: ''عندنا و عند مشائخنا حضرت الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیاتہ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ ﷺ وبجمیع الانبیاء علیہم والشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل جمیع الناس کما نص علیہ علامۃ السیوطی فی رسالۃ انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء حیث قال الشیخ تقی الدین سبکی حیاۃ الانبیاء و الشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلوٰۃ موسٰی فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیاً الی آخر ما قال ثبت بھذا ان حیاتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ''

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیوی حیات جیسی ہے جو بغیر تکلف کے ہے اور یہ دنیوی حیات نبی کریم ﷺ باقی انبیاء کرام علیہم اور تمام شہداء کے ساتھ خاص ہے اور یہ برزخی نہیں ہے جیسا تمام مسلمانوں کو حاصل ہے جیسا کہ نص کی علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں اور کہا کہ شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ حیاۃ انبیاء اور شہداء قبر میں دنیوی حیات کی طرح

ہے اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، چونکہ نماز چاہتی ہے زندہ وجود کو پس اس دلیل سے ثابت ہوا کہ آپ کی حیات دنیویہ برزخیہ ہے اس بناء پر کہ آپ عالم دنیا سے عالم برزخ میں جا چکے ہیں۔

اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے دیوبند کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ انبیاء کرام اور شہداء کی برزخی زندگی حیات دنیوی کی طرح ہے اور دنیا میں انسان کو روح اور بدن سے حیات حاصل ہوتی ہے۔

علمائے دیوبند کا متفقہ عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب ہم اکابر دیوبند کے خیالات فرداً فرداً بیان کرتے ہیں جو اس فتویٰ پر رائے دیتے ہوئے ان حضرات نے لکھے ہیں۔

۱...... مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند: انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیوی کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (لطائف قاسمیہ ص ۳)

پھر فرمایا: انبیاء کو ابدان کے حساب سے زندہ سمجھیں گے۔ پر حسب ہدایت "کل نفس ذائقة الموت" اور "انک میت و انهم میتون" تمام انبیاء کرام خاص کر سرور انام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔

(لطائف قاسمیہ ص ۴)

مراد یہ ہے جسد نبوی ﷺ میں عالم برزخ میں حیات دنیوی ہے۔ دنیوی حیات کا تعلق بدن نبی کریم ﷺ سے برزخ میں ہے یہ نہیں کہ من کل الوجوہ حیات دنیوی ہے اور اس عالم دنیا میں زندہ ہیں۔ بلکہ وہ حیات دنیوی کی طرح برزخ میں زندہ ہیں۔

۲...... مولانا عبدالقدوس گنگوہی بروایت مولانا رشید احمد گنگوہی: مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا انبیاء علیہم السلام کی حیات خصوصاً سرور انبیاء ﷺ کا حیات ہونا تو مسلم ہے اور آیت کریمہ "انک میت و انهم میتون" سے میت ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے جواب میں ایسی پر تاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ اور سماع پر موقوف ہے۔ مگر خلاصہ اس کا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے ارواح مشاہدہ جلال و جمال حق تعالیٰ وتقابل اکتساب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزائے بدن پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک و عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے۔ یعنی جس میں غذا کی احتیاج نہیں ہوتی ہے نہ پانی کی۔ اس تحقیق سے نکتہ "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد" سے ظاہر ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸)

۳...... شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی: "وهو معتقدنا و معتقد مشائخنا جميعاً لاريب فيه" ہمارا اور ہمارے جملہ مشائخ کا بے شک یہی عقیدہ ہے۔

۴...... مولانا الحاج احمد حسن امروہی: "وهو حق صريح لا ريب فيه فهذا هو الحق وما ذا بعد الحق الا الضلال و كل ذالک هو معتقدنا و معتقد مشائخنا و سادتنا امالنا الله عليه" اور یہ صریح حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ حق یہی ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے اور یہی ہمارا ہمارے مشائخ اور ہمارے پیشواؤں کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ پر ہی موت دے۔

۵...... مولانا عزیز الرحمن دیوبندی: "ولی تحقیق المسائل هو الحق عندی ومعتقدی ومشائخی" مسائل کی تحقیق میں میرے نزدیک وہی حق ہے میرا اور میرے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۶...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی: "نقر به ونعتقده واکل امر المفترین الی الله وانا اشرف علی التهانوی الحنفی الجشتی" میں اسی حقیقت کا اقرار کرتا ہوں اور یہی عقیدہ رکھتا ہوں، افتراء پردازوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

۷...... شاہ عبدالرحیم دیوبندی: "الذی کتب فی هذه الرسالة حق صحیح وثابت فی الکتب بنص صریح ومعتقدی ومعتقد مشائخنا" جو کچھ رسالہ المہند میں لکھا گیا ہے کتب میں نص صریح سے صحیح ثابت ہے میرا اور میرے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۸...... حضرت مولانا حکیم محمد حسین دیوبندی "هو الحق عندنا ومعتقدنا ومعتقد مشائخنا رضوان الله علیه" اس رسالہ میں جو لکھا ہے حق ہے ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۹...... حضرت مولانا حبیب الرحمن دیوبندی: "هو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جمیعاً" ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۱۰...... حضرت مولانا غلام رسول دیوبندی: "وهو معتقدنا ومعتقد جمیع مشائخنا" میرے اور ہمارے تمام مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۱۱...... مولانا محمد افضل مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند: "هو معتقدنا ومعتقد مشائخنا"

۱۲...... حضرت مولانا عبدالصمد صاحب دیوبندی: "وهذه عقائدنا وعقائد مشائخنا ونحن نرجوا من الله ان یحیینا ویمیتنا علیها" ہمارے اور ہمارے مشائخ کے یہی عقائد ہیں اور ہم خدا سے امید رکھتے ہیں کہ اسی پر زندہ رکھے گا اور مارے گا۔

۱۳...... حضرت مولانا واستاذنا مفتی محمد کفایت اللہ مدرس مدرس امینیہ دہلی "رأیت الاجوبة کلها فوجدتها حقة صریحة لایحول حول سرا اوقاتها شک ولا ریب وهو معتقدنا ومعتقد مشائخنا" میں نے تمام جوابوں کو دیکھا پڑھا اور حق پایا اور ایسا حق جس کے گرد شک وشبہ کا گزر بھی نہیں ہوسکتا۔ میرا اور ہمارے تمام مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۱۴...... حضرت مولانا محمد یحییٰ دیوبندی: "فرأیت هذا الاجوبة فوجدتها قولا حقا مطابقا للواقع" میں نے ان جوابوں کو دیکھا اور مطابق واقعہ کے حق پایا۔

۱۵...... مولانا شیخ محمد صدیق افغانی مہاجر مکی: "الذی کتب مولانا الشیخ خلیل احمد فی هذه الرسالة فهو حق صریح لا ریب فیه وماذا بعد الحق الا الضلال وهو معتقدنا ومعتقد مشائخنا" جو کچھ مولانا خلیل احمد صاحب نے رسالہ المہند میں لکھا ہے وہ حق ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔

۱۶...... شیخ سلیم البشری جامع ازہر: "فقد اطلعت علی هذه الرسالة الجلیلة فوجدتها مشتملة علی العقائد الصحیحة وهی عقائد اهلسنة والجماعة" میں نے اس جلیل القدر رسالہ کا مطالعہ کیا اسے صحیح عقائد اہل سنت والجماعت پر مشتمل پایا۔

۱۷...... علامہ ابوالخیر محمد عابدین دمشق: ''ھو معتقد اھل السنۃ والجماعۃ''

۱۸...... علامہ شیخ محمد بوشی دمشق: ''فوجدتھا ھذہ الرسالۃ لما علیہ السواد الاعظم من اھل السنۃ والجماعۃ'' اس رسالہ میں میں نے وہ عقائد پائے جس پر اہل السنۃ الجماعۃ کا سواد اعظم حامل ہے۔

۱۹...... علامہ شیخ محمد سعید حموی شام: ''فوجدتھا مطابقۃ لاعتقادنا واعتقاد مشائخنا''

۲۰...... شیخ علی بن محمد دمشقی: ''ھذا مایوافق اعتقادنا واعتقاد مشائخنا من معتقدات اھل السنۃ والجماعۃ''

۲۱...... حضرت مولانا انور شاہ کشمیری: ''یرید بقولہ الانبیاء احیاء بمجموع الاشخاص لاالارواح فقط ولعل المراد بحدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون انھم ابقوا علی ھذہ الحالۃ ولم تسلب عنھم فلا یرد ان الروح بنفسہ یستطیع الصلوٰۃ ورد السلام فکیف وجہ فی الحدیث بقاء الحیاۃ فعل الصلوٰۃ وکذا رد السلام برد الروح'' پھر فرمایا: ''قولہ فنبی اللہ حی یرزق واحیاء فی قبورھم یصلون وفی ذکر الحیاۃ افعالھا لا اصلھا او ارادمع الاجساد فان اجسادھم حرمت علی الارض'' (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جسم عنصری اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ صرف روح زندہ نہیں۔ شاید اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام شغل عبادت واعمال پر ہی باقی چھوڑے گئے ہیں۔ ان سے یہ حالت (مشغول بالعبادت ہونا) سلب نہیں کی گئی۔ یہ مت خیال کرنا کہ اکیلی روح نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے کی طاقت رکھتی ہے تو حیات انبیاء کے ساتھ نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے کے لئے بدن کی طرف لوٹائے جانے کی قید نہ لگائی جاتی، اس قید سے مقید کرنا ظاہر کرتا ہے کہ روح اکیلی نماز نہیں پڑھ رہی ہوتی۔ پس خدا کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے صرف حیات انبیاء ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ زندوں والے کاموں میں مشغول ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ انبیاء کے وجود کو کھانا زمین کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔

اس اقتباس سے ذیل کے امور ثابت ہوئے:

۱...... لفظ مجموعہ اشخاص، فرمایا، شخص تب ظاہر ہوگا جب تشخص سے متشخص ہو اور تشخص حالت بدن سے وضع قطع ڈیل ڈول اور وہ بغیر بدن عنصری کے محال ہے۔

۲...... معلوم ہوا کہ دنیا میں بدن نبی جو اعمال صالحہ کرتا ہے۔ انہی میں وہ بدن برزخ میں مشغول ہے اور ظاہر ہے کہ بدن بغیر روح کے تعلق کے حرکت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا روح معہ بدن زندہ ہیں۔

۳...... انبیاء علیہم السلام کی صرف حیات ثابت نہیں ہوئی بلکہ حیات معہ اعمال وعبادات ثابت ہے۔

۴...... چونکہ حیات بدن رزق کے بغیر نہیں ہو سکتی اسی لئے فرمایا کہ انبیاء کو رزق دیا جاتا ہے۔

۵...... بعد وفات بدن کی حیات اعادہ روح سے ہوتی ہے۔

مذکورہ دلائل کا خلاصہ

۱...... موت کا محل بدن عنصری ہے حیات بعد از وفات بھی بدن عنصری کے لئے ہے۔ قرآن کریم میں اس کی صراحت موجود ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔

۲...... علماء کا اقرار موجود ہے کہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

۳...... علماء کا اقرار موجود ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کی بنیاد احادیث متواترہ پر ہے۔ تواتر ثابت ہونے سے جرح وتعدیل کا سوال باقی نہ رہا اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ تواتر کا انکار کفر ہے۔

۴...... علماء کی تصریحات موجود ہیں کہ حیات انبیاء پر پوری امت کا اجماع ہے۔

۵...... پوری اسلامی دنیا کے علمائے اسلام کا حیات انبیاء پر اجماع اور اتفاق ہے جن میں علمائے دیوبند، علمائے حرمین شریفین شامل ہیں۔

۶...... حیات انبیاء علیہم السلام کسی ایک فقہی مکتب کے نزدیک نہیں بلکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا متفق علیہ ہے۔

۷...... علماء کا اتفاق ہے کہ احادیث نبوی سے پوری وضاحت سے ثابت ہے کہ عالم برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام زندوں کی طرح عمل کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، کلام سنتے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۸...... علمائے امت کا اقرار ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عالم برزخ میں اعادہ روح الی الجسد سے زندہ ہیں اور اعادہ روح کی احادیث متواتر ہیں۔

۹...... علمائے امت کی تصریح موجود ہے کہ انہی روایات واحادیث کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے۔

حیات انبیاء علیہم السلام پر جب دلائل قطعیہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے تو جو شخص اس عقیدہ کو غلط قرار دے وہ خود صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہے۔ اس کے کہنے سے پوری امت سلف خلف سب کو گمراہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص چند اشخاص بضد ہوں تو ان کا فرض ہے کہ اسی پایہ کا ثبوت اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کریں اور مثبت پہلو میں ثبوت پیش کریں اور اس تفصیل سے پیش کریں۔

۱...... ثابت کریں کہ روح کی موت بدن کی موت کی طرح ہے اور روح ہی مر کر عالم برزخ میں حیات روحانی سے زندہ ہوتے ہیں۔

۲...... اقرار علماء پیش کریں کہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وجود اجسام بغیر تعلق روح کے عالم برزخ میں مردہ پڑے ہیں۔

۳...... متواتر احادیث پیش کریں کہ عالم برزخ میں اجسام انبیاء میں کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی۔

۴...... پوری امت کا اجماع پیش کریں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام برزخ میں مردہ پڑے ہیں۔

۵...... علمائے امت، علمائے ممالک اسلامیہ اور علمائے دیوبند کا اس پر اتفاق پیش کریں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام برزخ میں مردہ پڑے ہیں۔

۶...... علمائے امت کی تصریح پیش کریں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام میں عالم برزخ میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے۔

۷...... متواتر احادیث سے ثبوت پیش کریں کہ روح کا اعادہ بدن کی طرف سے نہیں ہوتا۔

نیلوی صاحب اور اسی قبیل کے چند افراد یہ گمراہ کن عقیدہ لے کر اٹھے ہیں بلکہ ایک مہم شروع کر دی ہے۔ نور الحسن شاہ صاحب نے ان لوگوں کو شرذمہ قلیلہ کہہ دیا تو نیلوی صاحب اپنی تصنیف (ردمنکرات ص ۳۴) میں ان پر خوب برسے اور کہا کہ واقعی ہم شرذمہ قلیلہ ہیں اور ان کے مقابلے میں تمام امت کو فرعون قرار دیا۔ کیونکہ قرآن کریم

سے یہ فرعون کا قول مذکور ہوا ہے۔ مگر اس تقابل کی تفصیل یہ ہے کہ شرذمہ قلیلہ یہودیوں کو کہا گیا ہے اور یہودی کے امتیازی اوصاف ہیں۔ انبیاء کو قتل کرنا، انبیاء کی توہین کرنا، آسمانی کتاب میں تحریف کرنا، جھوٹ بولنا، صلحائے امت کو ناقابل اعتبار بلکہ برا جاننا اور یہی اوصاف اس گروہ میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے متعلق نیلوی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ ہم شرذمہ قلیلہ ہیں۔ قرآن کریم کی تحریف کرنا۔ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو اہل ایمان پر چسپاں کرنا، علماء کی عبارتوں کو غلط معنی پہنانا، صلحاء اور اولیائے امت کی توہین کرنا۔ ان حضرات کے امتیازی وصف ہیں۔

عود روح کی بحث

کتاب الٰہی، سنت نبوی اور اجماع امت سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دنیا میں جس پر موت آتی ہے۔ وہ بدن ہے اور برزخ میں حیات اسی کو ملتی ہے جس پر پہلے موت آ چکی ہے۔ لہٰذا وہ حیات جسد عنصری برزخی ہوتی ہے۔ اب ہم اس امر کی وضاحت کریں گے کہ بعد موت حیات برزخی کی ابتداء کیسے ہوتی ہے۔ اس بحث کا عنوان ہے: اعادہ روح۔ یہ دیکھنا ہے کہ روح کا اعادہ جسد عنصری کی طرف ہوتا ہے یا مثالی کی طرف تا کہ اس دعویٰ کی حقیقت واضح ہو جائے کہ جسم مثالی کی طرف روح کا اعادہ ہوتا ہے جیسا کہ حال کے چند افراد نے شور مچا رکھا ہے۔

۱...... (مشکوٰۃ ص ۱۴۲، مسند امام احمد کتاب الروح اور شرح حدیث النزول) ''فیقول اللہ تعالٰی اکتبوا کتاب عبدی فی علیین و اعیدوہ الی الارض فانی منھا خلقتھم و فیھا اعیدھم و منھا اخرجھم تارۃ اخری قال فتعاد روحہ فیأتیہ ملکان یجلسانہ فیقولان لہ من ربک الخ'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا نامہ اعمال علیین میں لکھو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اسے زمین سے پیدا کیا۔ پھر اسی زمین میں لوٹاؤں گا۔ پھر دوبارہ اسی زمین سے اٹھاؤں گا۔ پھر فرمایا پھر روح کو لوٹایا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ الخ اس حدیث سے کئی امور کی وضاحت ہوتی ہے:

۱...... روح کو لوٹایا جاتا ہے۔ مگر کس کی طرف؟ لوٹانا کا لفظ بتاتا ہے کہ جہاں سے روح کو نکالا گیا تھا اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور وہ بدن کے بغیر اور کیا ہے۔

۲...... دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور یہ عمل روح کے لوٹانے کے بعد ہوتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جو قبر میں لیٹا ہوا ہے اسی کو بٹھاتے ہیں اور وہ جسد عنصری ہے جسے دفن کے وقت قبر میں لٹایا گیا تھا۔

۳...... مٹی سے انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی زمین سے پھر اٹھایا جائے گا اور اسی میں اسے دفن کیا گیا۔ قبر میں جسم مثالی کو دفن نہیں کیا گیا اور ارواح کا اعادہ بھی جسم مثالی کی طرف نہیں بلکہ جسد عنصری کی طرف ہوتا ہے۔

یعنی اس بارے میں شک کی گنجائش تک باقی نہیں رہی کہ روح کا اعادہ جسد عنصری کی طرف ہوتا ہے۔ سوال و جواب روح مع الجسد سے ہوتے ہیں قبر اسی زمین میں ہے اور اسی میں جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے اس ساری کارروائی میں جسم مثالی کا کہیں ذکر تک نہیں۔

۴...... زاذان نے جو حدیث براء بن عازب سے بیان کی ہے مشہور حدیث ہے۔ پوری امت نے اس کو قبول کیا ہے۔ یہ حدیث اصول دینی سے ہے اس کے متعلق علامہ ابن قیم نے (کتاب الروح ص ۵۸) پر لکھا ہے: ''وھذا

حديث ثابت مشهور مستفيض صححه جماعة من الحفاظ ولا نعلم احدا من ائمة الحديث طعن فيه بل رووه في كتبهم وتلقوه بالقبول وجعلوه اصلا من اصول الدين في عذاب القبر ونعيمه ومسألة المنكر والنكير وقبض الارواح وصعودها الى بين يدى الله ثم رجوعها الى القبر وقول ابى محمد (اى ابن حزم) لم يروه عن زاذان فوهم منه"

یہ حدیث براء بن عازب سے ثابت ہے مشہور ہے، مستفیض ہے اس کو حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں طعن نہیں کیا بلکہ تمام محدثین نے قبول کر کے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ عذاب و ثواب قبر، سوال نکیرین، ارواح کے قبض، ان کے اللہ کے پاس حاضر ہونے۔ پھر روحوں کے قبر میں لوٹنے میں اس کو اصول دین قرار دیا ہے۔ رہا ابن حزم کا قول کہ: "زاذان کے سوا کسی نے یہ حدیث براء بن عازب سے بیان نہیں کی۔" تو یہ ان کو وہم ہوا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت براء سے (۱) عدی بن ثابت نے بیان کیا عود روح کی حدیث کو (۲) مجاہد بن جبیر نے (۳) محمد بن عقبہ نے۔ اس کے علاوہ اوروں نے بھی۔ اسی زاذان سے مسلم نے حدیثیں بیان کی ہیں اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ زاذان ثقہ راوی ہے۔

پھر (اغاثۃ اللھفان ج ۱ ص ۲۷۷) پر ابن قیم فرماتے ہیں: "ولم يضع من قدح في صحته هذا الحديث شيئا كابن حزم للنصرة المذهبه الباطل" اس حدیث کی صحت پر ابن حزم ظاہری کی قدح کا کوئی اثر نہیں۔ جو اس نے اپنے باطل مذہب کی تائید کے لئے رائے ظاہر کی ہے۔

اور (شرح حدیث النزول ص ۸۲) پر مذکور ہے "وحديث زاذان مما اتفق السلف والخلف على روايۃ وتلقيها بالقبول" حدیث زاذان پر تمام امت کے سلف و خلف کا اتفاق ہے اور اسے سب نے قبول کیا ہے۔

پھر لکھا ہے "وكان يتبع الكرابيسى" کہ زاذان علامہ کرابیسی کا متبع تھا اور علامہ کرابیسی کے متعلق حضرت انور شاہ صاحب نے (فیض الباری ج ۳ ص ۳۲۷) پر لکھا ہے: "الكلام على الكرابيسى هذا حسين ابن على الكرابيسى وهو رجل عظيم الشان من تلامذة الشافعى معاصر لاحمد وشيخ للبخارى ومنه تعلم البخارى ان عقائد البخارى اكثرها ماخوذة من الكرابيسى" علامہ کرابیسی بڑا عظیم الشان آدمی ہے۔ امام شافعی کا شاگرد ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ہم عصر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا استاد ہے۔ امام بخاری کے عقائد اکثر اسی سے ماخوذ ہیں۔

اور (شرح حدیث النزول ص ۷۶) "واما حديث البراء رواه المنهال بنع مرو عن زاذان عن البراء فحديث مشهور رواه عن المنهال الجم الغفير وهو حديث اجمع رواه الاثر على شهرته واستفاضة" حدیث براء کو منہال نے زاذان سے بیان کیا یہ حدیث مشہور ہے منہال سے جم غفیر نے بیان کی ہے یہ ایسی حدیث ہے کہ اس کی شہرت اور است[illegible] تمام راویوں کا اتفاق ہے۔

[illegible] یمیہ، ابن [illegible]یم، علامہ سیوطی، نواب صدیق حسن خان نے اعادہ روح اور بدن کے ساتھ روح کے تعلق کو ثابت کیا ہے اور متواتر احادیث سے ثبوت پیش کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے اعادہ روح کے عقیدہ کے انکار کا ماخذ بھی بیان کر دیا۔

"وقد اخذ ابن حریر و جماعة من لکرامیة و ذهب ابن حزم و ابن هبیره" (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۲)
یعنی اعادہ روح کا انکار کرامیہ، معتزلہ اور ابن حزم ظاہری کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس علمائے اسلام خواہ وہ محدثین ہوں، مفسرین ہوں، متکلمین ہوں یا فقہاء نے ہمیشہ اعادہ روح کا عقیدہ اپنایا اور پیش کیا۔ محدثین اور مفسرین کے چند اقوال پیش کئے جا چکے ہیں۔ فقہاء اور متکلمین وغیرہ کے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱...... (فتاوی الکبریٰ الفقہیہ، ابن حجر مکی ج ۲ ص ۷) کسی نے سوال کیا میت کے بدن پر کافور ملنے میں کیا حکمت ہے "وما الحکمة فی جمیع البدن المیت و اجزائه صائرة الی البلٰی الحمکة ما هو مقرر عند اهل السنة والجماعة من ان البدن ینعم بانواع النعیم کالروح و حیثما بقی اتصل به النعیم الی ان فان البدن بینه و بینها عنایة الارتباط و المناسبة" میت کے تمام اجزائے بدن پر خوشبو لگانے میں کیا حکمت ہے، حالانکہ آخر کار بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک اس کی حکمت یہ ہے کہ میت کے بدن کو اسی طرح قسم قسم کی نعمتیں ملتی ہیں جیسے اس کی روح کو۔ روح اور بدن کے درمیان بڑا ارتباط اور مناسبت ہوتی ہے۔

ظاہر ہے روح کی طرح میت کے بدن پر بھی برزخ میں انعام ہوتا ہے اور یہ بدن وہی جسم عنصری ہے جسم مثالی نہیں اور روح کا تعلق بھی اسی جسم عنصری کے ساتھ ہوتا ہے۔

پھر اسی صفحہ پر ذکر ہے: "سئل عن المیت هل سئل فی قبره جالسا او راقدا فاجاب الذی فی البخاری انه یسئل قاعدا و کذا فی ابن ماجه" علامہ ابن حجر سے پوچھا گیا قبر میں میت کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں یا لیٹے ہوئے؟ تو جواب دیا کہ بٹھا کر سوال کرتے ہیں جیسا کہ بخاری اور ابن ماجہ میں بیان ہوا۔ ظاہر ہے کہ بیٹھنا اور لیٹنا بدن کے اوصاف ہیں اور وہ تعلق روح سے ہی ہوتے ہیں۔

پھر اسی صفحہ پر ہے: "سئل اذا سئل المیت هل تلبس روحه الجثة کما کان فی الدنیا فاجاب انه تعاد الیه روحه ثم یسئل" ابن حجر سے پوچھا گیا کہ جب قبر میں میت سے سوال ہوتا ہے کیا اس وقت میت کے بدن سے روح کا تعلق قائم کیا جاتا ہے جواب دیا اور روح کا اعادہ ہوتا ہے پھر میت کے بدن سے سوال و جواب ہوتے ہیں۔

پھر اسی کے (ص ۹) پر ہے: "سئل اذا نقل المیت یعنی جسد المیت من القبر هل تنتقل معه الروح و هل الاوّل تراب المیت او الثانی فاجاب تنتقل معه لانها تابعة له ای للجسد لا للقبر ثم سئل اذا دفنت الرقبة فی مکان و الجثة فی مکان آخر فاین تکون الروح قال ان قلنا فی الجثة فظاهر و علی القبر فهی متعلقة بجمیع الجسد و ان تفرقت اجزائه ثم رأیت بعض المحققین افتی بذالک فقال الروح و ان لم تکن داخلة جسد المیت لکن لها به تعلق بکل جزو منه و اتصال الروح و ان لم تکن داخلة جسد المیت لکن لها به تعلق بکل جزو منه و اتصال مستمر فاذا فرقت بین الجسد و الراس اتصلت الروح بکل منها"

ابن حجر سے سوال ہوا کہ جب میت کے جسم کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا جائے تو روح کا تعلق پہلی قبر سے ہوگا یا دوسری قبر سے؟ تو جواب دیا کہ دوسری قبر سے کیونکہ روح کا تعلق میت کے بدن سے ہوتا ہے قبر سے نہیں۔ پھر ان سے سوال ہوا کہ ایک قبر میں میت کا سر دفن ہوا دوسری طرف میں دھڑ تو روح کا تعلق کس سے ہوگا جواب دیا کہ تمام بدن سے روح کا تعلق ہوگا یعنی سر سے بھی اور دھڑ سے بھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ بعض محققین نے

بھی یہی فتویٰ دیا کہ روح کا تعلق تمام اجزائے بدن سے ہوتا ہے۔ پھر کہا کہ گو روح بدن میت میں داخل نہیں۔ مگر اس کا تعلق بدن سے بدستور ہوتا ہے اور روح کا اتصال بدن سے ہمیشہ رہتا ہے۔ جب سر اور دھڑ الگ الگ دفن ہوں تو دونوں سے روح کا تعلق ہوگا۔

ظاہر ہے کہ روح کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے جسم مثالی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

۲...... (شرح الصدور ص ۱۰۰) ''وللروح بالبدن خمسة انواع من التعلق'' یعنی جسد عنصری سے روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے۔

۳...... (عقیدہ سفارینی ج ۲ ص ۲۸) ''والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلی تمذق وسرّ ذالک ان الروح بها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائر الاحکام'' روح کا تعلق بدن عنصری سے ہمیشہ رہتا ہے خواہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوجائے اور اس میں یہ راز یہ ہے کہ بدن عنصری سے روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے اور ہر قسم کے احکام جدا ہیں۔

اس تعلق کی تفصیل علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں دی ہے: ''والروح لم تنزل متعلقة ببدنها وان بلی وتمزق وسر ذالک ان الروح بها بالبدن خسمة انواع من التعلق متغائرة الاحکام احدها تعلقها به فی بطن الام جنینا الثانی تعلقها به بعد خروج الی وجه الارض الثالث تعلقها به فی حال النوم فلها تعلقها من وجه ومفارقته من وجه الرابع تعلقها به فی البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقا کلیا بحیث لا یبقی لها التفات الیه البتة'' روح اپنے بدن سے پانچ قسم کا دائمی تعلق رکھتا ہے اگرچہ بدن بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوجائے اور روح کا تعلق پانچ قسم کا ہوتا ہے اور ہر قسم کے احکام جدا ہیں۔ پہلا تعلق بدن عنصری سے اس وقت ہوتا ہے جب جنین کی حالت میں ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے۔ دوسرا تعلق پیدائش کے بعد دنیا میں۔ تیسرا تعلق نیند کی حالت میں بدن سے ہوتا ہے۔ اس حالت میں روح کا بدن سے اتصال اور تعلق بھی رہتا ہے اور ایک قسم کی جدائی بھی ہوتی ہے۔ چوتھی قسم کا تعلق وہ ہے جو عالم برزخ میں جسد عنصری سے روح کا ہوتا ہے۔ اگرچہ روح بدن سے جدا ہوجائے اس کا تعلق ختم نہیں ہوتا اور یہ جدائی ایسی نہیں ہوتی کہ روح کی توجہ ہی بدن کی طرف نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ جنین کی حالت میں روح کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے۔ بعد پیدائش دنیا میں روح کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے، پھر نیند کی حالت میں بھی جسد عنصری سے ہوتا ہے تو برزخ میں پہنچ کر کیسے کانٹا بدل گیا۔ جسد عنصری سے قطع تعلق ہوا اور جسم مثالی سے یارانہ گانٹھ لیا اور ہمارے نیلوی صاحب، سجاد صاحب اور قاضی صاحب ایمان بالغیب کی سعادت حاصل کرنے کے لئے لپک کے آگے بڑھے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ فرقہ کرامیہ، بعض معتزلہ اور زاغونی وغیرہ نے جو عدم اعادہ روح کا اثبات کیا ہے وہ عدم اعادہ کا حکم الی الجسد کا لگایا ہے یا جسم مثالی کا؟ پھر یہ دیکھنا ہے کہ نیلوی گروہ نے اس اثبات کا جو حکم لگایا ہے وہ وحی سے ہے یا غیر وحی سے؟ اگر وحی سے ہے تو وحی متلو سے ہے جیسے قرآن کریم یا غیر متلو سے جیسے احادیث؟ اگر غیر وحی سے ہے تو ظاہر ہے رائے سے ہوگا۔ پھر وہ رائے صحیح سے یا غیر صحیح سے؟ اگر رائے صحیح سے ہے تو یہ رائے کل کی ہے یا بعض کی؟ اگر کل کی ہے تو اجماع ہوگا اور اگر بعض کی ہے تو قیاس ہوگا۔ اگر غیر صحیح ہے تو فاسد ہے اس لئے ادلہ اربعہ سے جسم مثالی کا ثبوت دیں اور عدم اعادہ روح کا حکم اگر رائے غیر صحیح سے ہوا اور غیر صحیح فی نفسہ ان کے نزدیک صحیح بھی ہو تو ادلہ اربعہ کے مقابلے میں غیر صحیح شمار ہوگی خواہ مطلقاً نہ ہو۔

جسم مثالی کے متعلق مولانا تھانوی نے (اشرف الجواب ج ۳ ص ۲۱۳) پر لکھا ہے: برزخ میں روح کے لئے کون سا جسم ہوگا آیا یہی جسم عنصری ہے یا کوئی دوسرا جسم ہے اس کی تحقیق کے لئے کشف کی ضرورت ہے۔ کیونکہ نص اس سے ساکت ہے اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ عالم برزخ میں انسان کو جسم مثالی عطا ہوتا ہے جو اس جسم عنصری کا مشابہ ہوتا ہے۔

اشرف الجواب سے ظاہر ہے کہ:

۱...... جسم مثالی سے نص ساکت ہے یعنی کتاب وسنت اور اجماع امت اس سے ساکت ہے تو نص سے نہ اس کا ثبوت ملتا ہے اور نہ اس کا وجود ثابت ہے۔

۲...... اس کی تحقیق کے لئے کشف کی ضرورت ہے۔ اہل کشف کے بغیر اس سلسلے میں بات کرنا جائز نہیں اور جو دل کے اندھے ہیں اور کشف کو شرک قرار دیتے ہیں انہیں کب یہ حق پہنچتا ہے کہ کشف کو حجت کے طور پر پیش کریں۔

۳...... جب کوئی حکم شریعت سے متصادم نہ ہو تو صاحب کشف اپنے کشف پر عمل کر سکتا ہے۔ دوسروں کے لئے اس کا کشف حجت نہیں۔ مگر آپ کو کسی کے کشف پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا جواز کہاں سے ملا۔

تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ الحمدللہ! میں صاحب کشف ہوں بلکہ میرے سینکڑوں شاگرد صاحب کشف زندہ موجود ہیں۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت تھانویؒ صاحب کشف نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ جسم مثالی ہے۔ مگر آپ نے کسی صاحب کشف کا نام نہیں لیا۔ جس کی طرف اسے منسوب کیا گیا ہو۔ اب حقیقت سنئے: برزخ میں جسم مثالی روح کو نہیں ملتا بلکہ روح کا اپنا جسم بعینہ اس جسم عنصری کی شکل کا ہوتا ہے جس حالت میں انسان کی موت واقع ہوتی ہے روح کے جسم کی شکل بعینہ وہی ہوتی ہے جو شخص خلوص دل سے ہماری ہدایات کے مطابق ذکر الٰہی شروع کر دے ان شاء اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے خود واقف ہو جائے گا۔

صوفیائے کرام جس عالم مثال کے قائل ہیں اس کی حقیقت بس اتنی ہے کہ ایک چیز کے دو نام ہیں۔ علمائے ظواہر ایک نام سے پکارتے ہیں اور صوفیہ دوسرے نام سے۔ علامہ انور شاہ صاحب نے فیض الباری میں فرمایا ہے:

''اما عند علماء الشرع فلیس ھناک الا عالمان عالم الارواح وعالم الاجساد وقد یحظر بالبال ان ما سماہ الصوفیۃ عالم المثال ھو الذی سماہ اھل الشرع عالم الارواح ای ان قال ولم یبق فرق الا فی التسمیۃ اما ما سماہ الصوفیۃ الارواح المجردۃ فلم یبحث عنھا العلماء''

علمائے شرع کے نزدیک صرف دو عالم ہیں عالم اجساد اور عالم ارواح اور میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ جس عالم کو صوفیہ عالم مثال کہتے ہیں۔ علمائے شرع اسی کو عالم روحانی کہتے ہیں۔ فرق صرف نام کا ہے۔ صوفیہ جس کو ارواح المجردۃ کہتے ہیں۔ علمائے شرع نے اس سے بحث نہیں کی۔

معلوم ہوا کہ صوفیہ جس کو عالم مثال کہتے ہیں، علمائے شرع اسی کو عالم ارواح کہتے ہیں اور اسی کا نام عالم برزخ ہے۔

اس سلسلے میں تعدد امثال کا معاملہ قابل غور ہے۔ اس کا ورود اولیاء اللہ سے عالم اجسام میں واقع ہوتا رہتا ہے۔ مگر بطور خرق عادت اور کرامت کے ہوتا ہے جیسا کہ (فتاویٰ الکبریٰ الفقیہ ج ۲ ص ۹) ''والذی قالہ المحققون

الصوفية ان الامر في عالم البرزخ والآخرة على خلاف عالم الدنيا فيحضر الانسان في صورة واحدة الاالاولياء كما ننقل عن قضيب البان وغيره انه روى في صور مختلفة والسر في ذالک ان روحانيتهم غلبت على جسمانيتم فجاز ان يظهر في صور كثيرة'' محققین صوفیہ نے فرمایا کہ عالم برزخ اور عالم آخرت کے امور عالم دنیا کے امور سے مختلف ہیں۔ ہر انسان ایک صورت میں محدود ہوتا ہے۔ ہاں اولیاء اللہ کو مختلف صورتوں میں دیکھا گیا ہے جیسا قضیب البان وغیرہ اس میں راز یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آجاتی ہے اور روح کئی صورتوں میں ظہور کرتا ہے ان کے بارے میں یہ ہوسکتا ہے۔

اور (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷)''والذی یغلب علی الظن ان رویته ﷺ بعد وفاته بالبصر لیست کالرویة المتعارفته عندالناس من رویته بعضهم لبعض وانما هی جمعیة حالیة وحالة برزخیة وامر وجدانی لا یدرک حقیقة الامن باشره'' ظن غالب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بعد وفات آنکھوں سے دیکھنا ایسا نہیں جیسا دنیا میں متعارف طریقے سے آدمی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھنا تو ایک خاص برزخی حالت ہے جو وجدانی امر ہے اس کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جس کو یہ رویت حاصل ہو۔

یعنی تعدد امثال کا ظہور اولیاء اللہ سے بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ صورت مثالی ہوتی ہے جسم مثالی نہیں ہوتا کہ اس کو برزخ میں جزا و سزا بھی ہو۔

اور (فتاوی الکبریٰ الفقیہ ج ۲ ص ۹)''وقالوا ان الروح اذا کانت کلیة کروح نبینا ﷺ ربما تظهر فی سبعین الف صورة وهم اصحاب کشف واطلاع فیسلم لهم ما قالوه'' علمائے نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے روح کی طرح جب روح تمام کمالات میں کلی ہو تو اکثر ستر ہزار صورتوں میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ یہ کلی روح والے لوگ صوفیہ اصحاب کشف والہام ہیں۔ پس ان کا معاملہ انہیں کو سونپ دو۔

اور (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷)''ولا مانع ان یتعدد الجسم المثالی'' تعدد امثال میں کوئی امر مانع نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ کثیر التعداد مثلاً ستر ہزار مثالی صورتیں ہوتی ہیں جسم مثالی نہیں ہوتے۔

اور (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷) شیخ ابوالعباس طنجی سے نقل کیا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ''انه رای السماء والارض والعرش والکرسی مملوۃ من رسول اللہ ﷺ وینحل به السؤال عن کیفیته رویته المتعددین له علیه الصلوٰۃ والسلام فی زمان واحد فی اقطار متباعدة وقد سئل عن ذاک فانشد''

کالشمس فی کبد السماء وضؤها یغشی البلاد شارقا ومغاربا

اس سے آسمان زمین عرش و کرسی کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی صور مثالیہ سے بھری ہیں اس سے یہ سوال بھی حل ہوگیا کہ متعدد انسانوں کا متعدد مقامات پر نبی کریم ﷺ کو ایک ہی وقت میں دیکھنا بعید نہیں۔ جب علامہ طنجی سے سوال ہوا تو آپ نے یہ شعر پڑھا: آفتاب کی مانند وہ آسمان میں ہے اور اس کی روشنی مغرب و مشرق کو منور کر رہی ہے۔

تعدد امثال کے سلسلے میں یہ حقیقت سامنے آگئی کہ نبی کریم ﷺ اور اولیاء کرام متعدد مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ان مثالی صورتوں کو مثالی جسم قرار دینا کہاں جائز ہوا؟

شیخ ابوالعباس نے جس ذاتی تجربہ کا اظہار کیا وہ نبی کریم ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اولیاء اللہ سے

اسی امر کے اظہار کے متعلق علامہ عارف عبدالرحمن جامیؒ نے درۃ الفاخرہ میں فرمایا: ''وکذالک ارواح الکمل کما یروی عن قضیب البان الموصلی انہ کان یری فی زمان واحد فی مجالس متعدد مشتغلا فی کل امر غیر مافی الاخر'' اسی طرح کاملین کے ارواح کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جیسے قضیب البان کا واقعہ کہ لوگوں نے ان کو ایک وقت میں کئی مقامات پر مختلف کاموں میں مشغول پایا۔

بنیادی قانون تو یہ ہے کہ ایک وجود کی ایک ہی صورت ہوتی ہے۔ مگر جن اولیائے کرام کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آجاتی ہے ان کے وجود خرق عادت یا کرامت کے طور پر کئی صورتوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور یہ بھی قانون ہے کہ امور تکوینیہ اور امور خرق عادت سے امور شرعیہ واحکام شرعیہ اٹھ نہیں جاتے نہ قانون شرعی بدلتا ہے۔ مگر کرامت کے طور پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا ان کے وجود کی اصل اور حقیقت نہ ہوگی کہ ان کے لئے ضروریات زندگی اہل وعیال کا وجود بھی تسلیم کرلیا جائے یا حقیقت نفس الامری بن کر ظاہر ہو۔ پھر ان مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے سے یہ کہاں لازم آیا کہ جسم مثالی کو جزاوسزا بھی ملے گی۔ ظاہر ہے کہ صورت مثالی صرف شے دیدنی ہے بودنی نہیں۔

قضیب البان کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ہی شکل کے ستر آدمی زندہ نظر آتے تھے، چل پھر رہے تھے باتیں کرتے تھے اور روح کے بغیر زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور روح کا مرکز تو صرف اصلی جسد عنصری میں تھا روح اپنے مرکز پر رہ کر باقی صورتوں سے تعلق رکھتا تھا جبھی تو وہ چل پھر رہے تھے اسی طرح برزخ میں روح اپنے مرکز میں قیام پذیر ہو کر مقبور کے جسد عنصری سے تعلق رکھ کر اسے زندگی بخش سکتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے بدن میت قبر میں نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

جیسے (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵) ''واما روحہ علیہ السلام التی ھی اکمل الارواح تجردا و تقدسا بان تکون قد تطورت وتظھرت بصورۃ مرئیۃ قبلک الرؤیۃ مع بقاء تعلقھا بجسدہ الشریف الحی فی القبر السامی المنیف الی ان قال واما جسد مثالی تعلقت بہ روحہ ﷺ المجریۃ القدسیۃ ولا مانع ان یتعدد الجسد المثالی الی مالا یحصی من الاجساد مع تعلق روحہ القدسیۃ علیہ من اللہ الف الف صلوۃ وتحیۃ بکل جسد منھا ویکون ھذا التعلق من قبیل تعلق الروح الواحد باجزاء بدن واحد''

اور نبی کریم ﷺ کا روح مبارک جو تجرد اور تقدس کے اعتبار سے تمام ارواح سے اکمل ہے کئی مرئی صورتوں میں ظہور پذیر ہوا باوجودیکہ روح کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے جو قبر شریف میں مدت سے زندہ ہے۔ رہا جسد مثالی کا سوال تو اس کے ساتھ بھی تعلق ہے جو لوگوں نے کئی مقامات پر دیکھا اور اس میں کوئی شرعی وعقلی دلیل مانع نہیں کہ جسد[1] مثالی متعدد ہوگئے۔ جن کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی۔ روح کا تعلق ان اجساد مثالیہ سے بھی ایسا ہے جیسے روح کا تعلق جسم واحد میں مختلف اجزائے بدن سے ہوتا ہے۔

---

[1] یہاں اجساد مثالیہ سے مراد صور مثالیہ ہیں ورنہ جسم مثالی کے قائلین پر ایسے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔

معلوم ہوا کہ روح کا تعلق اصل میں مرکزی وجود عنصری سے ہوتا ہے ان اجسام مثالیہ مرئیہ سے جو تعلق ہے وہ ایسا ہے جیسے روح کا اجزائے بدن سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مختلف مقامات پر دیکھا۔

چنانچہ (فتح الباری ج ٦ ص ۱۴۹) ''عن انس ان النبی ﷺ قال رأیت موسیٰ لیلة اسری بی قائما یصلی فی قبرہ فدل ذالک علی انہ اسریٰ بہ لما مرّ بہ قلت ولیس ذالک بلازم بل یجوز ان یکون لروحہ اتصال بجسدہ فی الارض فلذلک یتمکن من الصلوٰۃ وروحہ مستقرۃ فی السماء''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس رات معراج کرایا گیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ زمین میں قبر کے اندر جسد سے روح کا اتصال ہو اور اس اتصال کی وجہ سے بدن میں قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ قبر میں نماز پڑھنے پر قادر ہو جائے اور روح کی قرارگاہ آسمان ہی ہو۔

اور ابن الہادی نے الصارم میں علامہ سبکی کے رد میں فرمایا: ''وقول اھل السنة من الفقھاء والمحدثین وغیرھم ان الروح ذاة قائمة بنفسھا لھا صفات تقوم بھا وانھا تفارق البدن الی ان قال وقد تعلقت بالبدن تعلقا یقتضی رد السلام علی من سلم وھی فی مستقرھا فی علیین مع الرفیق الاعلیٰ وقد مر النبی ﷺ لیلة الاسراء علیٰ موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ الی ان قال بل ھی فی مستقرھا ولھا تعلق بالبدن قوی حتی حملہ علی الصلوٰۃ'' (ص ۸۸، ۸۹)

اور ''ومن لم ینشرح صدرہ لفھم ھذا والتصدیق بہ فلا یبادر الی ردہ وانکارہ بغیر علم فان الارواح شان آخر غیر شان الابدان'' (ص ۹۱)

اہل السنۃ والجماعت کے فقہاء محدثین اور علمائے متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ روح ایک قائم بالذات وجود ہے اس کے اوصاف ہیں موت کے وقت بدن سے جدا ہو جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس جدائی کے بعد بھی بدن سے اس کا اتنا تعلق رہتا ہے کہ سلام کا جواب دیتا ہے (نماز پڑھتا ہے) اپنے مرکز میں رہ کر بھی بدن سے اتنا قوی تعلق ہوتا ہے کہ نماز پر قادر ہوتا ہے۔

جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے سمجھنے کے لئے نہیں کھولا وہ انکار کرنے میں جلدی نہ کرے (جہالت کی وجہ سے) کیونکہ روح کی شان اور ہے بدن عنصری کی شان اور ہے۔

روح المعانی میں اس اتصال کے متعلق ایک اصولی بات بیان ہوئی ہے: ''اما فی اصل التعلق او فی نفس الحیاۃ بناء علی انھا من المشکک لا المتواطی'' بہرحال بدن سے روح کا تعلق یا حیات بدن کلی مشکک ہے کلی متواطی نہیں ہے۔

یعنی کسی مکان میں تعلق زیادہ ہو جائے یا کسی زمانہ میں زیادہ ہو جائے جیسے قبور انبیاء اور بیت المقدس میں مکان کے اعتبار سے اور معراج کی رات میں زمانہ کے اعتبار سے تعلق زیادہ ہو جائے۔

گزشتہ صفحات میں پانچ قسم کا تعلق بیان ہوا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ روح کا تعلق قبر میں جسد عنصر سے ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے بدن مادر میں جنین سے تھا یعنی جسد انسانی بغیر روح ۴ ماہ دس دن تک نشوونما پاتا رہا۔ پھر روح جسد جنین میں داخل ہوئی۔ مگر اس کے بعد بھی متعارف طریقہ سے نہ بولتا ہے نہ متعارف طریقہ سے اسے غذا ملتی ہے نہ بول و براز کی نوبت آتی ہے۔ گو اس میں بولنے، رونے چلانے وغیرہ کی قوت موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح قبر میں جسد انسانی دیکھتا سنتا اور غذا حاصل کرتا ہے۔ مگر متعارف طریقہ سے نہیں بلکہ غیر متعارف طریقہ سے اور قبر میں زندہ ہوتا ہے جیسے جنین بطن مادر میں زندہ ہوتا ہے اس لئے قبر میں جسمانی زندگی اور روح اور جسم کے تعلق سے انکار کرنا نری جہالت ہے۔

اعادہ روح اور جسم مثالی کے متعلق مزید معلومات درکار ہوں تو ہماری کتاب حیات برزخیہ کا مطالعہ کیجئے۔

قرآن کریم اور حیات انبیاء علیہم السلام

''قال اللہ تعالی واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا (الزخرف:۴۵)'' اس آیت کی تفسیر میں دو امور پر بحث کی جائے گی۔ اوّل مقام نزول آیت۔ دوم انبیاء کرام علیہم السلام سے پوچھنے کی صورت۔

۱...... مقام نزول آیت: (تفسیر برہان علامہ بدرالدین زرکشی ج ۱ ص ۱۹۳) ''ما نزل ببیت المقدس قولہ تعالی واسئل الخ نزلت علیہ لیلۃ اسری بہ'' قرآن کریم کا جو حصہ بیت المقدس میں نازل ہوا وہ آیت واسئل الخ ہے۔ معراج کی رات میں نازل ہوئی۔

۲...... (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۰۷) ''قال ابن حبیب نزل ببیت المقدس لیلۃ الاسراء'' ابن حبیب نے کہا کہ یہ آیت بیت المقدس میں معراج کی رات میں نازل ہوئی۔

۳...... (تفسیر درمنثور ص ۱۹) ''عن سعید بن جبیر قال لیلۃ اسری بہ لقی الرسل وفی وعن زید فی قولہ واسئل الخ قال جمعوا لہ اسری بہ ببیت المقدس'' سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انبیاء کرام علیہم السلام سے شب معراج میں ہوئی اور زید سے روایت ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع کیا گیا۔

ثابت ہوا کہ یہ آیت بیت المقدس میں نازل ہوئی اور معراج کی رات میں نازل ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ پوچھنے کا جو حکم ملا اس کی تعمیل کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا اجتماع ہوا۔ چنانچہ:

۱...... (تفسیر فتح القدیر علامہ شوکانی ص ۵۵۷) ''واسئل من ارسلنا الخ قال الزھری وسعید بن جبیر وابن زید ان جبرئیل قال ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ فالمراد سوال الانبیاء علیہم السلام فی ذالک الوقت عند ملاقاتہ لھم صلی اللہ علیہ وسلم وبہ قال جماعۃ من السلف'' زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید نے کہا کہ شب معراج جبرئیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے سوال کریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء سے ملاقات کے وقت یہ سوال کرنے کو کہا۔ سلف صالحین کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

۲...... (تفسیر روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۵۰) ''کما یدعی لنفسہ الشیخ محی الدین قدس سرہ مع غیر واحد من

الانبیاء ویدعی ان الامر بالسؤال المستدعی للاجتماع ایضاً'' شیخ اکبر نے دعویٰ کیا کہ کئی انبیاء سے میری ملاقات ہوئی۔ ظاہر ہے کہ انبیاء سے سوال کرنا اجتماع کو چاہتا ہے۔ ملاقات کے بغیر سوال کیا معنی؟

۳...... (تفسیر خازن ومعالم ص ۲۳۶، ۳۷۰) ''فروی عن ابن عباس وفی روایت عنه لما اسری به ای بالنبی ﷺ بعث الله آدم واولاده من المرسلین فاذن جبرئیل ثم اقام وقال تقدم یا محمد فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له جبرائیل اسئل یا محمد من ارسلنا هکذا قول الزهری وسعید بن جبیر وابن زید قالوا جمع له الرسل لیلة اسری به امر ان یسأل وقال بعضهم هذه الایة نزلت بیت المقدس'' ابن عباس سے مروی ہے کہ جس رات حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد میں کے تمام انبیاء کو اٹھایا اور بیت المقدس میں اکٹھا کیا۔ جبرئیل نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور کہا اے محمد آگے بڑھئے اور انبیاء کو نماز پڑھایئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ انبیاء سے سوال کریں۔ یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء کو حضور اکرم ﷺ کی خاطر جمع کیا گیا تھا اور حضور ﷺ سے کہا گیا تھا کہ ان سے پوچھئے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت ہی بیت المقدس میں نازل ہوئی۔

۴ (تفسیر مظہری ص ۳۶۳) ''عن ابن عباس قال لما اسری بالنبی ﷺ بعث الله له آدم واولاده من المرسلین الی ان قال جبرئیل تقدم یا محمد فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال جبرئیل سل یا محمد من ارسلنا الخ''

۵ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹) ''قال عبدالرحمن بن زید بن مسلم واسئلهم لیلة الاسراء فان الانبیاء علیہم السلام جمعوا له وفی هلالین لیل هو معنی ظاهره بان جمع له الرسل لیلة الاسراء۔

وفی تفسیر کوحی قال الزهری وسعید بن جبیر وابن عباس وفی روایة ابن عطاء ان الله لما جمع له الرسل لیلة المعراج فی بیت المقدس وفرغ من الصلوة نزلت هذه الایة والانبیاء حاضرون لدیه'' خلاصہ یہ کہ معراج کی رات انبیاء کو حضور اکرم ﷺ کی خاطر جمع کیا گیا یہ آیت اپنے ظاہری معنوں پر ہے یعنی انبیاء کرام کی ذات سے سوال کیا گیا اور یہ آیت بیت المقدس میں اس وقت نازل ہوئی جب حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھا چکے۔

۶ تفسیر جمل: ''وفی روایة ابن عباس فصلوا خلف رسول الله سبعة صفوف المرسلین ثلاثة صفوف والنبیون اربعة صفوف وکان یلی ظهر رسول الله ابراهیم خلیل الله وعلی یمینه اسماعیل علیہ السلام وعلی یساره اسحق ثم موسی ثم سائر المرسلین فصلی بهم رکعتین فلما انفتل قام فقام ان ربی اوحی الی ان اسئلهم'' ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے انبیاء کی سات صفیں تھیں۔ تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں نبیوں کی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی پشت کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کھڑے تھے۔ ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل اور بائیں جانب حضرت اسحٰق تھے۔ پھر باقی رسول تھے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ آپ حضرات سے توحید کے متعلق سوال کروں۔

۷...... (تفسیر کشاف زمخشری ص ۲۵۴) "وقیل ان النبی ﷺ جمع له من الانبیاء لیلة الاسراء فی بیت المقدس فامهم"

۸...... (تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۰۰، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۹۴) "قال ابن عباس و ابن زید لما اسریٰ برسول الله من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی وهو مسجد بیت المقدس بعث الله له آدم ومن ولد من المرسلین وجبرائیل مع رسول الله ﷺ فاذن جبرئیل ثم اقام الصلٰوة ثم قال یا محمد تقدم فصلی بهم فلما فرغ رسول الله ﷺ قال له جبرئیل یا محمد سل من ارسلنا من قبلک الی ان قال ابن عباس وکانوا اسبعین نبینا منهم ابراهیم وموسٰی وعیسٰی علیہم السلام فلم یسئالهم ومن غیر ابن عباس فصلوا خلف رسول الله سبعة صفوف المرسلون ثلاثة صفوف والنبیون اربعة وکان یلی ظهر رسول الله ﷺ ابراهیم خلیل الله وعن یمینه اسماعیل وعلی یساره اسحٰق ثم موسٰی ثم سائر المرسلین فامهم رکعتین فلما انفتل فقال ان ربی اوحی الیّ ان اسئلکم وقال سعید بن جبیر فی قوله تعالٰی واسئل من ارسلنا الخ قال لقی الرسل لیلة اسریٰ به وقال ولید بن مسلم فی قوله تعالٰی واسئل من ارسلنا قال ساکت عن ذالک خلید بن دعلج فحدثنی عن قتادة قال سألهم لیلة اسریٰ به لقی الانبیاء ولقی آدم وخازن النار قلت هذا هو الصحیح فی تفسیر هذه الاٰیة"

خلاصہ ترجمہ روایت گزر چکا ہے آخر میں امام قرطبی کہتے ہیں کہ آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے یعنی آیت اپنے ظاہری معنی پر رکھی جائے اور ملاقات روح مع الجسم ہوئی صرف ارواح سے ملاقات نہیں تھی اور حضور ﷺ کی اقتداء میں انبیائے کرام نے جو نماز پڑھی وہ روح مع الجسم پڑھی۔

ظاہر ہے کہ انبیائے سابقین کو دنیا میں مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا اور روح مع الجسد بھیجے گئے تھے اور مخلوق کو دین کی دعوت ان کے اجسام مع الارواح نے دی۔ ان تمام تفاسیر میں کہیں یہ اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ ارواح جمع ہوئے ارواح نے نماز پڑھی۔ ارواح سے ملاقات کی بلکہ ہر جگہ انبیاء کا لفظ آیا ہے اور جب اسے اپنے ظاہری معنوں پر رکھیں گے تو روح مع الجسد ہی مراد ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ حضور اکرم ﷺ کو یہ حکم دیا گیا اور اس کی تعمیل کی صورت یہ تھی سابقہ انبیاء کی امتوں سے پوچھیں یا سابقہ کتب آسمانی دیکھیں۔ یہ دونوں احتمال اوّل تو قرآن کریم کو اپنے ظاہر سے پھیرنا ہے اور بغیر دلیل کے محض ایک فرضی احتمال کی بناء پر قرآن کریم کے الفاظ کو من مانے معنی پہنانا صرف جرأت بے جا نہیں بلکہ دیدہ دلیری ہے۔

امام رازی نے ایک اصولی بات کہہ دی کہ "وکذالک کل ماورد فی کتاب الله بل القانون انه یجب حمل کل لفظ ورد فی القرآن علی حقیقة الا اذا قامت دلالة عقلیة قطعیة توجب الانصراف عنه ولم یعرف شئاً لم یخض فیه" (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵)

اور اسی طرح جو کتاب اللہ میں وارد ہے بلکہ قانون یہ ہے کہ ہر لفظ قرآن کو اپنے ظاہری محل پر محمول کیا جائے اور حقیقی معنوں پر رکھا جائے ہاں کوئی قرینہ یقینی اور قطعی تقاضا کرے تو اور بات ہے جو شخص ان باتوں کو نہیں جانتا وہ اس بحث میں نہ پڑے یعنی عدول کا قرینہ کوئی نہیں تو لفظ کو اپنے ظاہری حقیقی معنوں پر رکھا جائے۔

اور تفسیر اتقان اور تفسیر البرہان میں یہی اصول لکھا ہے کہ قرآن کریم کے حقیقی ومتبادر معنی سے اس وقت عدول کیا جائے۔ جب کوئی عقلی یا نقلی قرینہ ایسا کرنے پر مجبور کردے اور یہاں نہ کوئی قرینہ ہے نہ مجبوری۔ ان دونوں احتمالات کا تجزیہ کیا جائے تو سوال ابھرتا ہے کہ کتب یہود ونصاریٰ کے سوا کوئی آسمانی کتاب موجود نہیں تھی اور یہ کتاب محرف ومتغیر ہو چکی تھیں۔ پھر ان کے مطالعہ سے کون سی حقیقت سامنے آسکتی تھی اور امتیں بھی یہی دو موجود تھیں۔ ان سے توحید کا سوال کرنے سے یہی جواب مل سکتا تھا۔ عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ ہے تو اس سے حاصل کیا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں احتمال باطل ہیں اور اس موقع پر انبیاء روح معہ جسم جمع ہوئے تھے۔

۲...... ''قال تعالٰی ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه'' اس آیت کی تفسیر میں متقدمین اور متاخرین مفسرین کا حاصل تحقیق یہ ہے:

۱...... (تفسیر روح المعانی: ج ۲۱ ص ۱۳۷) ''فلا تکن فی مریة من لقائه واخرج الطبرانی وابن مردویه وایضاً فی المختارة بسند صحیح من ابن عباس انه قال فی الایة ای من لقاء موسٰی وخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیة انه قال کذالک فقیل له او لقی علیه الصلوٰة والسلام موسیٰ؟ قال نعم الا تریٰ الٰی قوله تعالٰی واسئل من ارسلنا الخ واراد بذالک لقائه ﷺ اياه لیلة الاسراء کما ذکر فی الصحیحین وغیرهما وروی نحو ذالک عن قتادة وجماعة من السلف وقاله المبرد حین امتحن الزجاج بهذه الایة وکان المراد من قوله فلا تکن فی مریة من لقائه علی وعده تعالٰی بنبیه ﷺ بلقاء موسیٰ وتکون الآیة نازلة قبل الاسراء''

طبرانی ابن مردویہ اور مختارہ نے سند صحیح سے ابن عباس سے روایت کی لقا سے مراد ہی ملاقات موسیٰ ہے۔ ابوالعالیہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی؟ فرمایا ہاں ہوئی۔ کیا تم نے نہیں دیکھا فرمان باری ہے ''واسئل من ارسلنا الخ'' سے مراد شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ اسی طرح قتادہ اور ایک جماعت سلف صالحین سے بھی مروی ہے۔ اسی طرح جب زجاج نے مبرد سے اس آیت کے متعلق امتحان لیا تو مبرد نے بھی یہی کہا اور آیت میں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ ہے اور یہ آیت معراج سے پہلے نازل ہوئی۔

یعنی اس آیت میں ملاقات موسیٰ علیہ السلام کا وعدہ ہے جو معراج کی رات میں پورا ہوا۔

۲...... (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۳) ''قال قتادة حدثنی ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت لیلة اسری بی موسٰی بن عمران رجلا آدم طوالا وقال ابن عباس فلا تکن فی مریة من لقائه انه قد رأی موسٰی ولقی موسٰی لیلة اسری به'' یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا شب معراج میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی وہ گندم گوں لمبے قد کے ہیں۔ نیز کہا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی۔

۳...... (تفسیر فتح القدیر شوکانی ص ۲۵۶) ''وقال الواحدی قال المفسرون وعد رسول اللہ ﷺ انه سیلقی موسیٰ قبل ام یموت ثم لقیه فی السماء وبیت المقدس حین اسری به'' مفسرین کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم سے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوگی۔ چنانچہ آپ کی ملاقات آسمان پر بھی ہوئی اور بیت المقدس میں بھی ہوئی۔ جب حضور ﷺ معراج پر گئے۔

۴...... (تفسیر قرطبی ص ۱۶۸) ''فلا تکن یا محمد فی شک من لقاء موسیٰ و قد لقیہ لیلۃ اسری بہ'' اے محمد! آپ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات میں شک نہ کریں اور شب معراج میں آپ کی ملاقات ہوئی۔

۵...... (تفسیر کبیر ص ۵۶۵) ''معناہ فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ فانک تراہ و تلقاہ'' یعنی یقیناً آپ انہیں دیکھیں گے ان سے ملیں گے۔

۶...... (تفسیر معالم) ''معناہ فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج''

۷...... ''فلا تکن فی مریۃ من لقائہ ای من لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج''

ان آیات قرآنی سے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ، پھر ملاقات کا ہونا انبیاء کا جمع ہونا، بیت المقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہو گیا۔ صورت ملاقات میں جو اختلاف ہے اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

۸...... (فتح الملہم مع مسلم شریف ج ۱ ص ۳۲۹) ''ولقد آتینا موسی الکتاب الخ قال قد کان قتادۃ یفسرھا ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد لقی موسیٰ وفی الکتاب قیل لقائک موسیٰ لیلۃ الاسراء و کان قتادہ یفسرھا ان نبی اللہ قد لقی موسیٰ و وافقہ علیہ جماعۃ منھم المجاھد و الکلبی و السدی و معناہ فلا تکن فی شک من لقائک موسیٰ الی ان قال و قد جمع البیھقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم اورد فیہ حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ اخرجہ من طریق یحیی من کثیر و ھو من رجال الصحیح عن المسلم بن سعید و قد وثقہ احمد و ابن حبان عن الحجاج الاسود و ھو ابن ابی زیاد البصری و قد وثقہ احمد و ابن معین عن ثابت عنہ و اخرجہ ایضاً ابو یعلی فی مسندہ من ھذا الوجہ و شاھد ھذا الحدیث ما ثبت فی صحیح مسلم من روایۃ حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس رفعہ مررت بموسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہ و اخرجہ ایضا من وجہ آخر عن انس فان قیل ھذا خاص لموسیٰ قلنا قد وجدنا لہ شاھدا من حدیث ابی ھریرۃ و اخرجہ مسلم ایضا من طریق عبداللہ بن فضل عن ابی سلمہ عن ابی ھریرۃ رفعہ لقد رأیتنی الی ان قال و رأیتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا قائم یصلی و اذا عیسی بن مریم قائم یصلی و اذا ابراھیم قائم یصلی الی ان قال و من شواھد الحدیث ایضاً ما اخرجہ ابو داؤد و من حدیث ابی ھریرۃ رفعہ و قال فیہ و صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم سندہ صحیح و اخرجہ ابو الشیخ فی کتاب الثواب سندہ جید من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی نائیا ابلغتہ و عند ابی داؤد و النسائی و صححہ ابن خزیمۃ و غیرہ عن اوس بن اوس رفعہ فی فضل یوم الجمعہ فاکثروا علی فیہ من الصلوۃ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض صلوتنا علیک و قد ارمت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل الاجساد الانبیاء''

خلاصہ یہ کہ اس آیت کی تفسیر قتادہ اور مفسرین کی ایک جماعت نے یہی کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور امام بیہقی نے حیات انبیاء کے بارے میں ایک عمدہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں یہ حدیث لکھی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے شواہد بھی موجود ہیں اور یہ ملاقات صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مختص نہیں بلکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی حیرت کو دور

کرتے ہوئے وضاحت فرمادی، زمین کو اس امر کی اجازت نہیں کہ انبیاء کے بدن بوسیدہ کردے۔ لہٰذا بدن انبیاء سلامت روح کا تعلق قائم لہٰذا جمعہ کو کثرت سے درود بھیجا کرو وہ تحفہ حضور ﷺ کو پیش کیا جاتا ہے۔

۹...... (فتح الملہم ج ا ص ۳۳۰) حضرت یونس اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے بعد موت حج کرنے پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجون قال القرطبی حببت الیھم العبادۃ فھم یتعبدون بما یجحدون من دواعی انفسھم'' انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ پھر اس امر میں کوئی مانع نہیں کہ وہ حج کریں۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو عبادت بڑی محبوب ہے جب اپنے اندر داعیہ پاتے ہیں عبادت کرتے ہیں۔

اس روایت میں جہاں ''اخرجہ ایضاً ابو یعلٰی فی مسندہ من ھٰذا الوجہ'' لکھا ہے۔ دوسرے مقام پر (ص ۳۱۱، ۳۱۲) میں اس کے بعد لکھا ہے۔ ''واخرجہ البزار لکن وقع عندہ عن حجاج بن الصواف وھو وھم والصواب حجاج الاسود کما وقع التصریح بہ فی روایۃ البیھقی''

اس کے بارے میں (ندائے حق ص ۲۵۶) پر لکھا ہے کہ: ''ربما وھم مسلم بن سعید'' کے متعلق ابن حجر نے فتح میں لکھ دیا کہ یہ وہم محدث بزار کو ہوا حجاج الاسود لکھنا تھا۔ مگر حجاج الصواف لکھ دیا تو یہ وہم راوی کو ہوا خود مسلم بن سعید صاحب وہم نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو رجال بخاری سے شمار کیا ہے۔ امام احمد رئیس المحدثین نے اس کی توثیق کی۔ ابن حبان اور ابن معین نے توثیق کی۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث کے اور شواہد بھی موجود ہیں۔ پھر سند پر اعتراض کیسا؟

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا

۱...... (فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۶، ۱۴۷) ''واما الذین صلوا معہ فی بیت المقدس فیحتمل الارواح خاصۃ ویحمل الاجساد بارواحھا'' بیت المقدس میں انبیاء کے نماز پڑھنے میں احتمال ہے کہ صرف روحوں نے نماز پڑھی اور یہ احتمال بھی ہے کہ روح مع جسم نے نماز پڑھی۔

۲...... (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷) ''الذین صلوا معہ فی بیت المقدس ثم اجسادھم کارواحھم لطیفۃ غیر کشفیۃ فلا مانع لظھورھم فی عالم الملک والملکوت علی وجہ الکمال بقدرۃ ذی الجلال ومما یؤید تشکل الانبیاء ولقوھم علی وجہ الجمع بین اجسادھم وارواحھم قولہ فاذا موسٰی قائم یصلی فان حقیقۃ الصلوٰۃ وھی الاتیان بالافعال المختلفۃ انما تکون للاشباح لاللارواح'' ان انبیاء کے جسم ان کی روحوں کی مانند لطیف تھے۔ لہٰذا اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ وہ اجسام عالم دنیا اور عالم ملکوت میں ظاہر ہوں جیسا کہ معراج کی رات میں انبیاء مع اجساد پھرتے رہے اس کی دلیل فرمان رسول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس نماز کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان کا بجالانا جسموں کا کام ہے روح کا نہیں۔

۳...... (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۵) ''قال الحافظ استشکل رویۃ الانبیاء فی السموات مع ان اجسادھم مستقرۃ فی قبورھم واجیب بان ارواحھم تشکلت بصور اجسادھم او احضرت اجسادھم لملاقاۃ النبی ﷺ تلک اللیلۃ تشریفا لہ وتکریما لہ'' علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ انبیاء کے جسم تو قبروں میں تھے وہ آسمان پر کیسے گئے تو

جواب یہ ہے کہ یا تو روح نے بدن کی شکل اختیار کی یا حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے جسموں سمیت حاظر کئے گئے۔

۴...... (فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۷) ''وقد استشکل روية الانبياء في السموات مع احسادهم مستقرة في قبورهم بالارض واجيب بان ارواحهم تشكلت بصور اجسادهم او احضرت اجسادهم لملاقاة النبی ﷺ تلک الليلة تشريفا له وتكريما ويؤيده حديث عبدالرحمن بن هاشم عن انس ففيه وبعث له آدم ومن دونه من الانبياء'' یعنی وہی بات ہے جو علامہ سیوطی کہہ چکے ہیں۔ اضافہ یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ہاشم کی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ اس کی تائید کرتی ہے کہ حضور ﷺ کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھا کر حاضر کیا گیا۔

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱...... بیت المقدس میں جو انبیاء جمع ہوئے اور نماز پڑھی وہ ان کے روح تھے یا روح معہ جسم تھے۔

۲...... اور علی القاری نے دوسرے احتمال کی تائید کی ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ نماز پڑھنا نرے روح کا کام نہیں نماز کے مختلف اعمال اسی صورت میں بجالائے جا سکتے ہیں جب روح اور جسم کا اتصال ہو۔

۳...... ایک احتمال یہ ہے کہ روح نے بدن کی شکل اختیار کر لی۔ اس سے جسم مثالی کا عقیدہ لغو ثابت ہوتا ہے۔

۴...... برزخ میں جسم عنصری بھی روح کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ اس کے احکام بھی لطیف ہوتے ہیں، کیونکہ وہ عالم لطیف میں ہوتا ہے۔

۵...... شب معراج میں انبیاء کرام مع اجساد حاضر ہوئے اس کی تائید آیات قرآنی سے ہوتی ہے جو پیش کر دی گئی ہیں۔

اب ہم وہ اقوال پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ برزخ میں روح مع الجسم کا زندہ موجود ہونا نہ تو عقلاً محال ہے نہ نقلاً شک کی گنجائش ہے۔

۱...... (فتح الباری ج ۶ ص ۳۱۲) ''فيحمل على انه رأى موسى قائم يصلي في قبره ثم عرج به هو من ذكر من الانبياء الى السموات فلقيهم النبی ﷺ ثم اجتمعوا في بيت المقدس فحضرت الصلوٰة فامهم نبينا قال وصلٰوتهم في اوقات مختلفة وفي اماكن مختلفة لا يرده العقل وقد ثبت به النقل فدل ذالک على حياتهم''

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے حضور ﷺ کو معراج کرایا گیا ایسے ہی ان انبیاء کو معراج کرایا گیا جن کا ذکر ہوا ہے اور مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں میں حاضر ہونا عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے اور یہ چیز حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہے۔

۲...... (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۴۱) ''وحلولهم في اوقات مختلفة في اماكن متعددة جائز عقلا كما ورد به خبر الصادق'' شب معراج میں انبیائے کرام کا مختلف وقتوں میں اور مختلف مکانوں میں حلول کرنا، حاضر ہونا عقلاً جائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔

۳...... (الجوہر المنظم علامہ ابن حجر مکی ص ۲۵) ''وفي آخرى انه ﷺ لقيهم في جماعة الانبياء بالسموٰات فكلمهم وكلموه وقال البيهقي كل ذالک صحيح وقد يرى موسى قائما يصلي في قبره ثم يسرى بموسى وغيره الى بيت المقدس كما اسرى نبينا فيراهم فيه ثم يعرج بهم الى السموٰات كما عرج نبينا فيراهم فيها كما

اخبرھم و حلولھم فی اوقات مختلفة بامکنة مختلفة جائز عقلاً کما ورد به خبر الصادق وفی کل ذالک دلالة علی حیاتھم" یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف مکانوں میں موجود ہونا عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے اور یہ بات ان کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

۴...... (القول البدیع علامہ سخاوی ص ۱۶۸)"وفی حدیث ابی ذر و مالک بن صعصعه فی قصة المعراج انه لقیھم فی جماعة من الانبیاء بالسموات فکلمھم و کلموہ و کل ذالک صحیح لایخالف بعضه بعضا فقد موسیٰ قائماً یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسیٰ و غیرہ الی بیت المقدس کما اسریٰ بنبینا فیراھم فیه ثم یعرج به الی السموات کما عرج نبینا فیراھم فیھا کما اخبر قال و حلولھم فی اوقات مختلفة و مواضع مختلفة جائز عقلا کما وردہ به خبر الصادق وفی کل ذالک دلالة علی حیاتھم" الجوہر المنظم کی عبارت یہی ہے یہاں راویان حدیث کا نام بیان ہوا ہے اور اس واقعہ کی تفصیلات سے صاف طور پر حیات انبیاء ثابت ہوتی ہے۔

۵...... (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۲ ص ۱۳۵)"فی الحدیث الصحیح عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعه وعن انس وعن ابی ذر ان النبی ﷺ رأی موسیٰ بن عمران فی السماء السادسة ولیس بین ھذہ الاخبار منافاة فقد تراہ فی میسرہ وانما یصلی فی قبرہ لما یسار به الی بیت المقدس کما اسری بالنبی ﷺ فیراہ فی السماء و کذالک سائر من راہ من الانبیاء فی الارض ثم فی السماء والانبیاء احیاء عند ربھم کالشھداء فلا ینکر حلولھم فی اوقات بمواضع مختلفات کما ورد به خبر الصادق" یعنی موسیٰ کو آسمان پر بھی دیکھا اور قبر میں نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا۔ اس میں کوئی منافات نہیں اور انبیاء کرام اپنے رب کے پاس زندہ ہیں جیسے شہداء، پس اس امر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نبی کریم ﷺ کی ملاقات کے لئے اجساد انبیاء مع الارواح حاضر ہوئے وہی اجساد جو زمین سے مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا مستقر بھی حدیث میں اجسادھم مستقرة فی قبورھم سے بیان ہوا اور قرآن کریم میں "منھا خلقنا کم وفیھا نعید کم ومنھا نخرجکم تارة اخری (طٰہٰ:۵۵)" ان الفاظ سے حقیقت تو ظاہر ہے۔ مگر جن کے ذہن میں کجی ہو جن کی سوچ ٹیڑھی ہو اور جو بر خود غلط ہوں وہ کوئی راہ نکال ہی لیتے ہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب نے ندائے حق میں زمین سے برزخ کی زمین مراد لی ہے۔

مگر ایک معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ: "منھا خلقنا کم وفیھا نعید کم (طٰہٰ:۵۵)" ظاہر ہے کہ جس زمین سے پیدا کیا اسی میں لوٹایا جاتا ہے۔ کیا کوئی انسان ایسا بھی پایا جاتا ہے جو برزخ کی زمین سے پیدا کیا گیا ہو تاکہ اسی میں اس کو لوٹایا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی مزید توثیق فرمادی کہ "الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا (المرسلٰت:۲۵، ۲۶)" تو کیا زندگی میں وہ برزخی زمین پر رہتے بستے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی وہی برزخی زمین اس کا ٹھکانا ہو جو زمین زندہ اور مردہ دونوں کے لئے کافی ہے وہ تو یہی زمین ہے جسے ہر شخص جانتا ہے برزخی زمین مراد لینا اسی کا کام ہے جس کے سر میں بھیجا نہ ہو۔

نیلوی صاحب نے (ندائے حق ص ۷۷) پر حدیث: "اکتبوا کتابی عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض الخ" نقل کی ہے مگر حدیث کا مفہوم بیان کرتے وقت ایسے بے راہ ہوئے ہیں کہ ارض کو برزخ کی زمین

قرار دے دیا۔ حالانکہ حدیث کا مفہوم وہی ہے جو مذکورہ بالا قرآنی آیات کا ہے، پھر یہ نہیں سمجھا کہ عبد سے کیا مراد ہے۔ یہ لفظ روح مع الجسم پر بولا جاتا ہے۔ مثلاً: ''سبحن الذی اسری بعبدہ (بنی اسرائیل: ۱) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ (الفرقان: ۱)'' وغیرہ ہر جگہ روح مع الجسم مراد ہے۔

لہٰذا ''وفیھا نعیدکم'' اور ''اعیدوہ'' سے مراد جسم کو اپنے مستقر یعنی قبر میں ہی رکھنا ہے۔ اسی زمین سے جسم پیدا ہوا اور اسی میں لوٹایا گیا۔

اب ہم حیات انبیاء کے ثبوت میں ایک اور پہلو سے بحث کرتے ہیں۔ گزشتہ احادیث قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔ اب ہم وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن سے حیات انبیاء اور زیادہ واضح ہو جاتی ہیں۔

حیات انبیاء علیہم السلام کا ثبوت نبی کریم ﷺ کی زبانی

۱...... (ابوداؤد مع شرح بذل المجہود ص ۱۶۰) ''قال رسول اللہ ﷺ فاکثروا علیّ من الصلوۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علیّ قال قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ (کا جسم مبارک) تو اس وقت بوسیدہ ہو جائے گا پھر صلوٰۃ وسلام آپ پر کیسے پیش ہوگا تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے وجود کو کھا جائے۔

ظاہر ہے کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ درود وسلام جسم مع الروح پر پیش ہوگا۔ اس لئے حیرت کا اظہار کیا کہ جسم تو بوسیدہ ہو جائے گا تو جواب ملا کہ سالم رہے گا اور روح کا تعلق قائم رہے گا۔ جبھی تو صلوٰۃ وسلام پیش ہوگا۔ ورنہ جسد بے روح کو یہ ہدیہ پیش کرنے کا کیا مطلب؟

۲...... (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۴۰۵) ''وفی روایۃ الطبرانی لیس من عبد یصلی علیّ الا بلغنی صلوتہ قلنا بعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' محدث طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میری ذات پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچتا ہے۔ ہم نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں بعد وفات بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام قرار دیا ہے کہ انبیاء کے بدنوں کو کھائے۔

۳...... (وفاء الوفا علامہ سمہودی ج ۴ ص ۱۳۵۳) حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے: ''وان احد یصلی علیّ الا عرضت علیّ صلوٰۃ حین یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' وہی بات ہے فرق اتنا ہے کہ نمبر ۲ میں ''بعدہ وفاتک'' کے لفظ ہیں یہاں بعد الموت کے اصول دونوں جگہ ایک ہے کہ انبیاء کے جسم بوسیدہ نہیں ہوتے اور وہ زندہ رہتے ہیں جبھی تو صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی تاکید ہے۔

حیات الانبیاء اور نزول عیسیٰ

۱...... (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۹) ''اخرجہ ابو یعلی فی مسندہ عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ

یقول والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسٰی ابن مریم ضرور نازل ہوں اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے آواز دیں گے تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔

ظاہر ہے کہ آواز دینے پر جواب دینا زندہ ہی کا کام ہے۔

۲...... اسی کتاب کے اسی صفحے پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کا اخراج ابن عساکر نے کیا: ''قال رسول اللہ ﷺ لیھبطن اللہ عیسی ابن مریم حکما عادلا واماماً مقسطا فلیسلکن فج الروحا حاجاً او معتمرا ولیقفن علی قبری فلیسلمن علی ولاردن علیہ'' اللہ تعالیٰ عیسی ابن مریم کو حاکم عادل بنا کر نازل کرے گا وہ روحا کے راستے حج یا عمرہ کرے گا اور لازما میری قبر پر کھڑے ہو کر سلام کہے گا اور میں ضرور اس کو جواب دوں گا۔

۳...... (فتاوی ابن حجر کی ج ۱ ص ۱۵۴) پر بعینہٖ ابو یعلی سے یہی روایت موجود ہے۔

۴...... (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۹۱) ''وصح انہ ﷺ مرّ علی موسیٰ وھو یصلی فی قبرہ وصح انہ ﷺ قال الانبیاء احیاء یصلون[1] فکذالک عیسی اذا نزل الی الارض یری الانبیاء ویجمع بھم ومن جملتھم النبی ﷺ فیأخذ عنہ ما احتاجہ الیہ من احکام الشریعۃ'' یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام انبیاء سے ملاقات کریں گے اور نبی کریم ﷺ سے احکام شریعت اخذ کریں گے۔ یہ ملاقات اور اخذ احکام حیات انبیاء کی واضح دلیل ہے۔

۵...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵) ''انہ علیہ السلام یأخذ الاحکام من نبینا شفاھا نزولہ وھو ﷺ فی قبرہ الشریف وایدہ بحدیث ابی یعلی والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد لاجیبنہ'' حضرت عیسٰی نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر کھڑے ہو کر بالمشافہ کلام کریں گے اور شریعت محمد یہ کے احکام حضور ﷺ سے اخذ کریں گے۔ حدیث ابو یعلی اس کی تائید کرتی ہے۔ (اور وہ حدیث صحیح ہے)

حیات انبیاء اور مفسرین و محدثین کے واضح اعلان

۱...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸) ''والاخبار المذکورۃ بعد فیما سبق المراد منھا کلھا اثبات الحیاۃ فی القبر بضرب من التاویل والمراد بتلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشھداء بکثیر وحیاۃ نبینا ﷺ اکمل واتم من سائرھم علیہم السلام'' اخبار مذکورہ میں حیات نبی فی القبر مراد ہے اور قدرے تاویل سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں ایک قسم کی حیات ہے جو ہماری عقل کی دسترس سے باہر ہے اور یہ حیات انبیاء شہداء کی حیات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور نبی کریم ﷺ کی حیات دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے زیادہ کامل اور اتم ہے۔

۲...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶) ''فحصل من مجموع ھذا الکلام النقول والاحادیث ان النبی ﷺ حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئۃ التی کان علیھا قبل وفاتہ ولم یتبدل منہ شیئ وانہ مغیب من الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا

[1] بدور السافرہ فی احوال الآخرہ میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ انبیاء کو جو غسل دیا جاتا وہی ان کا دائمی وضو ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سوال بے محل ہے کہ نماز پڑھتے ہیں تو وضو کیسے کرتے ہیں۔ انہیں وضو کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے ''نوم الانبیاء غیر ناقض''

ارادالله رفع الحجاب عمن اراد اكرامه برويته راه على هيئة التي هو عليه الصلوٰة والسلام ولا مانع من ذالک ولا داعي الى التخصيص برؤية المثال" پس مجموعہ کلام منقول اور احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسد اطہر عنصری مع روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ آپ جہاں چاہتے ہیں کائنات میں چلے جاتے ہیں اور آپ اس حالت میں ہیں اور اسی شکل میں ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے، ان کے وجود میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ جیسے فرشتے کہ زندہ خلوق ہیں اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جس ولی کو حضور ﷺ کی زیارت کرانا چاہے حجاب اٹھا دیتا ہے اور وہ شخص حضور ﷺ کو اپنی اصلی صورت وشکل میں دیکھتا ہے اور اس رویت میں کوئی امر مانع نہیں اور جسم مثالی کو دیکھنے کی کوئی دلیل نہیں۔

۳...... (فتح الملہم ج۱ ص۳۲۵)"ودلت النصوص الصحيحة على حيات الانبياء علیہم السلام" یعنی کتاب وسنت کی صحیح نصوص حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں۔

۴...... (فتح الملہم ج۱ ص۳۲۹)"ان الانبياء افضل من الشهداء والشهداء احياء عند ربهم فكذالک الانبياء فلا يبعدان يصلون ويحجبون ويتقربوا الى الله بما استطاعوا ما دامت الدنيا وهي دار تكليف باقية" انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں کوئی بعید نہیں کہ وہ حج کریں نماز پڑھیں اور جب تک دنیا موجود ہے قرب الٰہی حاصل کرتے رہیں۔

۵...... نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر دوبارہ جنازہ پڑھنے کی اجازت کیوں نہیں؟

اس کی وجہ نیلوی صاحب (ندائے حق میں ص۲۶۰) پر یہ لکھی ہے کہ جیسا باقی میتوں پر جائز نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ بھی میت ہیں اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

یہ نیلوی صاحب کا اجتہاد ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ ان کے اجتہاد کا رخ ہمیشہ باطل کی طرف ہی رہتا ہے۔ حالانکہ ان کو اجتہاد کی ضرورت نہیں تھی نہ وہ اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بات واضح ہو چکی ہے۔

(فتح الملہم ج۱ ص۴۹۸)"قال علمائنا والدليل على عدم شرعية الصلوٰة على القبر ترک الناس عن اخرهم الصلوٰة على قبر النبي ﷺ وهو حيٌّ في قبره الشريف" ہمارے علمائے اہل السنت کا فیصلہ ہے کہ شروع سے اخیر تک لوگوں کا نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جنازہ نہ پڑھنے اور اس کے عدم مشروعیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زندہ کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔

صاحب فتح الملہم مولانا شبیر احمد عثمانی نے علمائے اہل سنت کی تحقیق کے مطابق عدم جواز جنازہ کی علت یہ بتائی کہ چونکہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں۔ لہٰذا جائز نہیں۔ مگر نیلوی صاحب کو جب دھن سمائی ہے کہ مخالفت کرنی ہے قرآن کی مخالفت، حدیث کی مخالفت، فقہاء کی مخالفت، تو بیچارے کیوں نہ الٹی سمت چلے مگر برخود غلط آدمی بھلا کیا کچھ نہیں کرتا۔

حیات انبیاء حقیقی ہے یعنی جسد عنصری سے زندہ ہیں

قرآن وحدیث، شارحین حدیث اور فقہاء کے اقوال سے مطلق حیات ثابت کی جا چکی ہے۔ گو ضمناً یہ ذکر بھی آ گیا کہ یہ حیات جسد معہ روح کی ہے۔ مگر اب ہم ایسی عبارات پیش کرتے ہیں جن سے جسد عنصری سے حیات کا ثبوت ملتا ہے۔

ا...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸) "ثم ان تلک الحیاۃ فی القبر ان کانت یترتب علیھا بعض ما یترتب علی الحیاۃ فی الدنیا المعروفۃ لنا من الصلوٰۃ و الاذان و الاقامۃ ورد السلام المسموع و نحو ذالک الا انھا یترتب علی تلک الحیوۃ و المعروفۃ و لا یحس بھا و لا یدرکھا کل احد و لو فرض انکشاف قبر نبی من الانبیاء علیہم السلام لا یری الناس النبی الا کما یرون سائر الاموات الذین لم تاکل الارض اجسادھم و ربما یکشف اللہ تعالٰی علٰی بعض عبادہ فیری ما لا یری الناس و لو لا ھذا لاشکل الجمع بین الاخبار الناطقۃ بحیاتھم فی قبورھم و خبر ابی یعلٰی و غیرہ بسند صحیح"

انبیاء کی قبر کی زندگی پر دنیوی زندگی کے سارے تو نہیں مگر بعض احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے اذان، اقامت، سلام کا جواب دینا، نماز پڑھنا وغیرہ (کھانا پینا بول و براز وغیرہ کے احکام مترتب نہیں ہوتے) اور ان کی اذان نماز وغیرہ کو ہر آدمی محسوس نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر کسی نبی کی قبر کو کھود یں تو ان کے جسم باقی ایسے لوگوں کے جسموں کی طرح معلوم ہوں گے جو بوسیدہ نہیں ہوئے۔ اکثر اوقات اللہ تعالٰی اپنے خاص بندوں پر ان کے حالات منکشف کر دیتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ ان کو نماز پڑھتا دیکھ لیتے ہیں۔ ان کی اذان، اقامت اور سلام کا جواب سن لیتے ہیں۔ مگر ہر آدمی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ حقیقت نہ ہوتو حدیثوں میں تطبیق دینا مشکل ہے جو صاف صاف حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں اور ابو یعلٰی وغیرہ کی احادیث صحیح سند سے بیان ہو چکی ہیں کہ انبیاء زندہ ہیں قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

قبر میں جسمانی زندگی کے بعض احکام مترتب ہونا قدرتی امر ہے کیونکہ عالم دنیا مادی ہے اور برزخ کی دنیا لطیف عالم ہے۔ لہٰذا اس کے احکام بھی لطیف ہیں اور ظاہر ہے لطیف چیزیں مادی آلات سے ادراک کی حدود میں نہیں آتیں۔ مادی آنکھوں سے وہ حالات دکھائی نہیں دیتے، مادی کانوں سے وہ آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔ لہٰذا کسی نبی کی قبر میں اس کا جسم دوسرے لوگوں کے جسموں کی مانند نظر آئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قبر میں میت کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں جنین کی حالت ۴ ماہ ۱۰ دن تک جنین میں روح داخل نہیں ہوتی۔ مگر وہ برابر پرورش پاتا ہے۔ قرآن حکیم میں تخلیق کے تمام مدارج کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے، معلوم ہوا کہ روح کے بغیر بدن کو غذا ملتی ہے۔ جس سے نشو و نما پاتا ہے، روح سے حیات تو صرف امر عادی ہے۔

اس فرق کو سمجھنے کے لئے دوسری مثال نیند کی حالت کی ہے "قال تعالٰی: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا (الزمر: ۴۲)" اللہ تعالٰی نے موت اور نیند کو ایک ہی سلک میں منسلک فرمایا دونوں کی حقیقت توفی اور امساک فرمائی اور عام انسانوں کو نیند کی حالت میں توفی اور امساک روح کی وجہ سے ادراک و شعور میں جو تعطل آ جاتا ہے وہ انبیاء کو بحالت خواب نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی خواب اور بیداری میں وحی کے نزول میں کوئی فرق نہیں ہوتا کہ نبی کی نیند میں بھی بیداری پوشیدہ ہے۔ اسی وجہ سے نبی پر نیند کی حالت میں بھی اسی طرح وحی نازل ہوتی ہے جس طرح بیداری میں نازل ہوتی ہے اور نیند کی حالت میں کی جانے والی وحی نبی کے پاس اس طرح محفوظ ہوتی ہے جیسے حالت بیداری والی وحی۔ اسی طرح موت انبیاء میں حیات پوشیدہ ہے نیند کی حالت میں نبی اور غیر نبی دیکھنے والے کو یکساں نظر آتے ہیں۔ آنکھیں بند ہیں خراٹے لے رہے ہیں۔ مگر نبی کی نیند ظاہری

ہے باطن میں وہ بیدار ہے مگر غیر نبی ایسا نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی کی موت بظاہر صورت موت معلوم ہوتی ہے حقیقت میں حیات ہوتی ہے نیند کی حالت میں نبی کے قویٰ ظاہر معطل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ معطل نہیں ہوتے۔ اسی لئے نوم انبیاء ناقض وضو نہیں۔

۲...... (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳) ''وحیات انبیاء متفق علیہ است ویچ کس رادروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیوی حقیقی نہ حیات معنوی وروحانی۔'' یعنی انبیاء کی حیات جسمانی میں کسی کو اختلاف نہیں۔

۳...... (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۶۹) ونیز آمدہ است کہ حق تعالیٰ حرام گردانیدہ است اجساد انبیاء را بر ارض۔ آنحضرت ﷺ زندہ است بحیات جسمانی دنیوی بہد نے کہ حیات داشت وایں اکمل است از حیات شہداء الی ان قال واما ارواح انبیاء اعادہ کردہ میشود درہماں ابدان کہ دردنیا بود وبوسیدہ نشد وخاک نگشت وحق تعالیٰ قادر است کہ نگاہ دارد ارواح راب ابدان ولیکن نقل وارد شدہ است بوجود آں درابدان چنانکہ بودن موسیٰ نماز گزاردندہ درقبر وچہ گزاردن نماز تقاضائے بجسد حی میکند وصفات مذکورہ درانبیاء درشب معراج ہمہ صفات اجسام است ولازم نمی آید از بودن آن حقیقت حیات کہ باشند برصفتے کہ دردنیا بودہ ودر احتیاج بطعام وشراب وغیر ذالک از صفات اجسام چنانکہ مشاہدہ میکنیم دردنیا بلکہ آنرا در برزخ احکام دیگر باشد واحتیاج بطعام وشراب وامثال آں امر عادی است در آنجا بخلاف عادت باشد۔

یعنی انبیائے کرام برزخ میں دنیوی بدنوں سے زندہ ہیں حیات حقیقی بدنی ہے۔ انبیاء کرام کے وجود محفوظ وسالم رہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کے روحوں کو جسم مثالی کی حاجت نہیں۔ جب اصل موجود ہے تو نقل کی کیا حاجت۔ اجسام مثالیہ کے قائلین میں پہلا نام علاؤالدین قونوی کا آتا ہے۔ انہوں نے بھی سہارا صوفیہ کا لیا کہ صوفیہ کہتے ہیں جیسا کہ (جذب القلوب ص ۱۹۳) پر منقول ہے۔ مگر وہ بھی کہتے ہیں کہ انبیاء کے اجسام جو موجود ہیں محفوظ ہیں تو انہیں اجسام مثالیہ کی کیا حاجت۔

۴...... (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۲) شب معراج میں حضور ﷺ جب آسمان اوّل پر پہنچے تو جبرئیل نے عرض کیا: ''ھذا ابوک فسلم علیہ ثم قال وفیہ دلیل علی ان الانبیاء احیاء حقیقۃ'' یہ آپ کے والد ہیں انہیں سلام کہئے۔ یہ بات حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہے اور حیات حقیقی ہے۔

۵...... (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۳) ''قلت وقد قدمت ان الانبیاء لا یموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء'' جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ دوسرے لوگوں کی طرح انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

۶...... (مرقاۃ ج ۲۵ ص ۲۶۳) ''فدل علی ان الانبیاء احیاء حقیقۃ ویریدون ان یتقربوا الی اللہ فی عالم البرزخ من غیر تکلیفھم کما یتقربون الی اللہ بالصلوٰۃ فی قبورھم الی ان رای موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ'' یہ دلیل ہے کہ حضرات انبیاء حقیقۃ زندہ ہیں یعنی جسم عنصر کے ساتھ اور عالم برزخ میں بھی قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ غیر مکلف ہوتے ہوئے بھی نمازیں پڑھتے ہیں (اپنی قبروں میں) جیسا حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

ان اقتباسات سے ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام کے وجود قبر میں محفوظ ہیں۔ روح سے ان کا تعلق ہے خواہ وہ کسی نوعیت کا ہو اور یہ بھی اہل السنت والجماعت کا مسلمہ اور متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جس طرح دنیا میں نبوت و رسالت کے وصف سے موصوف ہیں اسی طرح برزخ میں بھی نبی اور رسول ہیں اور ظاہر ہے کہ دنیا میں مکلف بالذات بدن ہے اور روح بالتبع ہے۔ لہٰذا موصوف و محل نبوت اوّل بالذات بدن ہوا، روح بالذات موصوف نہیں۔

جن علماء نے ایمان و نبوت کو روح کی صفت مانا ہے انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اللہ انہیں معاف کریں اس امر کا ثبوت نہ پیش کیا جا سکتا ہے نہ آج تک پیش کیا گیا کہ صحابہ کرام جسد محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی اور رسول نہیں مانتے تھے۔ بلکہ ایمان و نبوت کو روح کی صفت مانتے تھے اور اگر برزخ میں روح انبیاء کے لئے جسم مثالی مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ جسد عنصری برزخ میں پہنچ کر نبوت سے معزول کر دیا گیا۔ جس جسم نے صعوبتیں سہیں، زخم کھائے، تکلیفیں اٹھائیں اور عبادتوں میں راتیں گزاریں۔ اس کو صلہ یہ ملا جب دار الجزاء کی طرف سفر شروع کیا اوّل قدم پر ہی اس جسم کو نبوت سے معزول کر دیا گیا۔

اگر ایسا ہے تو اب کلمہ اسلام یہ ہونا چاہئے کہ لا الہ الا اللہ جسم مثالی رسول اللہ! محمد نام ذات رسول ﷺ سے جو عبداللہ کے گھر مائی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوا اور جس ذات اور جس وجود کو دیکھ کر اہل ایمان کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ اور کفار جسے رسول تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ نیلوی صاحب بھی اسی طرح نبوت کو روح کی صفت تسلیم کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔ (ندائے حق ص ۲۶۰، ۲۶۱) پر اس عقیدے پر بڑا زور قلم صرف کیا ہے اور جسم محمد ﷺ کی نبوت سے انکار ہے اور اگر دنیا میں جسم کو مجازاً نبی تسلیم کرتے بھی ہیں تو برزخ میں یہ منصب جسم عنصری سے چھین کر موہومہ جسم مثالی کو عطاء کرتے ہیں اور ان کی انوکھی توحید پر آنچ بھی نہیں آتی۔

بدن عنصری سے روح کا تعلق

اس دنیا میں جب روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے تو جسم کو قبر میں دفن کر دیتے ہیں اور عوام یہی سمجھتے ہیں کہ جسم زیر زمین دفن ہے اور روح خواہ علیین میں چلی گئی یا سجین میں بہرحال جسم سے اس کا تعلق ختم ہو گیا اور وہ خواص جو ذہنی طور پر عوام کی سطح پر ہی ہیں وہ بھی یہی کچھ سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی روح خواہ کہیں ہو اس کا تعلق جسد عنصری سے بدستور قائم رہتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن القیمؒ نے اس کی وضاحت کی ہے: ''وبعد وفاته استقرت فی الرفیق الاعلٰی مع ارواح الانبیاء ومع هذا فلها اشراف علی البدن واشراق وتعلق به بحیث یرد السلام علی من سلّم علیه وبهذا التعلق رأی موسٰی قائما یصلی فی قبره وراٰه فی السماء السادسة الی ان قال وانما ذالک مقام روحه واستقرارها وقبره مقام بدنه الی ان قال کما انه ﷺ فی ارفع مکان فی الرفیق الاعلٰی مستقرا هنالک وبدنه فی ضریحه غیر مفقود واذا سلم علیه المسلم رد الله روحه حتی یرد علیه السلام ولم یفارق الملاء الاعلٰی ومن کشف ادراکه وغلظت طباعه من ادراک هذا فلینظر الی الشمس فی علو محلها وتلعقها وتأثیرها فی الارض وحیات النبات والحیوان بها هذه وشان الروح فوق هذا ولها شان وللابدان شان وهذا نار تکون فی

محلها وحرارتها واثرها فی الجسم البعید مع ان الارتباط والتعلق الذی بین الروح والبدن اقوی واکمل من ذالک واتم'' (زاد المعاد ج ۲ ص ۴۹)

وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کا روح رفیق اعلیٰ میں انبیاء علیہم السلام کے ارواح کے ساتھ قرار پذیر ہوا اس کے باوجود روح کے بدن پر اشراف واشراق ہے اور اس سے تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ سلام کا جواب فرماتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر انہیں چھٹے آسمان پر دیکھا۔ روح کی قرارگاہ علیین ہے اور بدن کی قرارگاہ قبر ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ رفیق اعلیٰ میں قرار پذیر ہیں اور بدن قبر مبارک میں ہے اور جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو حضور ﷺ جواب دیتے ہیں۔ روح ملاء اعلیٰ کو چھوڑتی بھی نہیں اور بدن سے تعلق بھی ہوتا ہے۔ ہاں! جو شخص غبی اور کند ذہن ہو بلید الطبع ہو اور اس کی سمجھ میں یہ حقیقت نہ آئے تو سورج کو ہی دیکھ لے کہ کس بلندی پر ہے۔ مگر اس کا اثر زمین پر دکھائی دیتا ہے۔ نباتات میں بالیدگی اور حیوانات میں زندگی اسی اثر کی وجہ سے ہے اور روح کی شان تو سورج سے بھی بلند ہے، روح کی اپنی شان ہے اور بدن کی اپنی۔ پھر یہ دیکھئے کہ آگ اپنے محل میں جل رہی ہے۔ مگر اس کی حرارت دور تک اجسام میں اپنا اثر پہنچاتی ہے اور بدن سے روح کا تعلق تو اس سے بھی زیادہ قوی کامل بلکہ اکمل ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ روح اقدس کا اصل مرکز تو اعلیٰ علیین جنت ہے۔ مگر بدن مدفونہ سے اتنا قوی تعلق ہے کہ اس میں شعور وادراک اسی درجے کا پایا جاتا ہے۔ علم، فہم، دیکھنا، سننا، نماز پڑھنا، سب اسی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ سرور، راحت، تلذذ سب کچھ محسوس ہوتا ہے۔ اسی کو حیات جسمانی دنیوی اور حیات حقیقی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل دنیا سر کی آنکھوں سے دیکھیں اور ان اجسام پر دنیوی قانون غذا وغیرہ لاگو ہو۔ ہاں! خرق عادت کے طور پر کسی ولی اللہ کو نظر آجائے تو یہ جدا معاملہ ہے۔

(فتح الملہم ج ۳ ص ۴۲۱) پر یہی عبارت موجود ہے۔ صرف ابتداء میں چند الفاظ کا فرق ہے۔ مثلاً: ''واما بعد وفاته ﷺ فروحه المقدس ﷺ قد استقرت فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبیاء ولا یتموهم من هذا انکار حیاته فی قبره الشریف'' اس کے بعد کی عبارت بعینہٖ وہی ہے جو حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں درج کی ہے۔

ان دو اقتباسات میں علماء کے اس قول کی وضاحت ہوئی کہ روح کا اصل مرکز اعلیٰ علیین ہے بدن مدفونہ سے اس کا تعلق رہتا ہے اور نہایت قوی تعلق ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ روح کی قرارگاہ تو قبر اور بدن ہے۔ مگر اس کا تعلق رفیق اعلیٰ سے بدستور رہتا ہے۔ پہلے روح کو علیین میں لے جا کر بارگاہ رب العالمین میں حاضری کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ پھر قبر میں بدن کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ اعادہ روح کے سلسلے میں اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ احادیث صحیحہ متواترہ بدن کی طرف اعادہ روح پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی یہ قول نص صریح یعنی حدیث متواترہ پر مبنی ہے اور قول اوّل جو اوپر بیان ہوا ہے اس کی بناء اجتہاد پر ہے۔ اسی وجہ سے اس کے قائلین اتصال روح، تعلق روح، اشراف روح وغیرہ کے قائل ہوئے۔ پہلے قول کو اختیار کرنے میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اجتہاد محض کو نص صحیح متواتر پر تقدیم اور ترجیح دی جائے اور یہ صحیح نہیں۔ یہ درست ہے کہ روح ایک دفعہ اعلیٰ علیین میں داخل ہوا۔ پھر اس کا اعادہ قبر کی طرف ہو گیا۔ جیسا کہ حدیث

متواتر سے ثابت ہے۔ (تذکرہ قرطبی ص ۴۳) پر کہا گیا ہے کہ: ''ویحمل علی رجوعهم بعد الرجع ای الی الرفیق الاعلی'' یہ الگ بحث ہے کہ عود روح کے بعد قبر میں بدن سے روح کا تعلق دخولاً ہو۔ کسی حصہ بدن میں ہو یا ویسے اتصال واشراف سے قوی تعلق ہو۔ بہر حال قول راجح یہی ہے کہ مرکز روح قبر اور بدن ہے۔

اس پر ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آخری کلمات حدیث میں یہ ملتے ہیں: ''اللّٰهم رفیق الاعلی'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکز روح رفیق اعلیٰ علیین ہے قبر اور بدن اس کا مرکز نہیں۔

اس سوال کا جواب ذرا تفصیل سے بیان ہوتا ہے تا کہ کسی قسم کا تردد نہ رہ جائے۔

۱...... یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ جس مٹی سے انسان پیدا ہوا اسی میں دفن ہوتا ہے۔ علامہ سمہودی نے (وفاء الوفا ج ۱ ص ۷۳) اور (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹) پر یہ بیان ملتا ہے: ''ان جبرئیل اخذ التراب الذی خلق منه ﷺ من تراب الکعبة نعلی هذا فالبقعة التی ضمت اعضاه من تراب الکعبة'' یعنی حضور ﷺ کے جسم اطہر کی پیدائش کعبہ کی مٹی سے ہوئی اور یہ مسلم ہے کعبہ تمام زمین سے افضل ہے۔

اس بیان سے ایک مشکل پیدا ہوتی ہے کہ اگر حضور ﷺ کے جسم اطہر کے لئے کعبہ کی مٹی لی گئی تو دفن مدینہ منورہ میں کیسے کیا گیا تو اس عقدے کا حل ان ہی دو کتابوں کے انہی صفحات پر یوں ملتا ہے: ''بان الماء الذی کان علیه العرش لما تموج رمی الذبد الی النواحی فوقعت طینة النبی ﷺ بالمدینة'' یعنی جس پانی پر عرش الٰہی تھا جب اس میں تموج پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے حصے کی مٹی مدینہ منورہ میں جا پڑی۔ حاصل یہ ہوا کہ کعبہ کی مٹی سے حضور ﷺ کا جسم اطہر بنا اور اسی مٹی میں دفن ہوا اور کعبہ ساری زمین سے افضل ہے۔

۲...... صحیحین میں فرمان نبی موجود ہے کہ: ''ما بین بیتی و مبنری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی'' یعنی میرے مکان اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

پھر حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ: ''موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا و ما فیها'' یعنی ایک کوڑا رکھنے کی مقدار جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

پھر (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۸) پر یہ بیان کہ: ''قبر النبی ﷺ افضل من الکعبة و العرش و الکرسی'' کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک، کعبہ، عرش اور کرسی سے افضل ہے۔ پھر اس کے افضل ہونے پر مزید غور وخوض ہوتا رہا جس کا تھوڑا سا بیان (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹) پر ملتا ہے۔

''وهل البقعة المذکورة افضل من منزله علیه الصلوٰة و السلام فی الجنة او منزله فیها افضل کما یسبق الی الفهم و قدیقال هذه افضل مادام فیها فاذا صار فی الجنة صار منزله افضل و قدیقال یجوز ان یکون هذه منقولة من منزله فی الجنة او ینقل الیها فلها حکمه'' یعنی سوال پیدا ہوا کہ یہ جگہ جہاں حضور ﷺ اب قبر شریف میں مقیم ہیں اس جنت سے افضل ہے جو آخرت میں حضور ﷺ کو ملے گی یا اس آخرت کی جنت کی شان اس سے بلند ہے۔ جواب میں کہا گیا کہ قبر شریف کی جنت میں جب تک حضور ﷺ مقیم ہیں یہ جگہ اخروی جنت سے افضل ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ارضی جنت جس میں حضور ﷺ اب مقیم ہیں یہ جنت فردوس سے نقل کر کے یہاں لائی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ ارضی جنت کو نقل کر کے فردوس میں لے جایا جائے گا اور آپ اسی میں مقیم ہوں گے۔ اب بھی اس جگہ کا نام حکم فردوس ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۹۱) "والروضة قطعة نقلت من الجنة وسیعود الیها ولیست کسائر الارض تفنی وتذهب قال ابن حجر وهذا علیه الاکثر وهی من الجنة الآن حقیقة"

پھر (تذکرہ قرطبی ص ۴۷) میں قبر شریف کی فضیلت کا بیان اس طرح ہوا ہے "ما من فجر یطلع الّا وسبعون الف ملک من الملائکة یحفون بالقبر یضربون باجنحتهم ویصلون علی النبی ﷺ حتی یمسوا فاذا عرجوا اهبط سبعون الف ملک کذالک ولا یزالون کذالک سبعون الفا بالنهار وسبعون الفا باللیل" ہر صبح سحر کے وقت ستر ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہو کر قبر شریف کو پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ درود پڑھتے ہیں شام کو وہ چلے جاتے ہیں اتنے ہی نئے آ جاتے ہیں۔

ان احادیث اور ان اقوال سے ثابت ہو گیا کہ روضہ اطہر کی شان کعبہ، عرش، کرسی اور جنت سے افضل ہے۔ اگر قول اول کے مطابق روح کا مستقر علیین تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ افضل جگہ کو ترک کر کے مفضول کو روح کا مستقر مانا جائے۔ لہٰذا قول دوم ہی راجح قرار پایا اور یہی جگہ رفیق اعلیٰ ہے۔ یہی اعلیٰ علیین ہے یہی جنت فردوس ہے۔ یہی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، جہاں جسم اطہر قیام پذیر ہے اور روح کا مرکز اصلی بدن رسول ہی ہے:

اگر فردوس بر روئے زمین است　　　ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

"والذین هاجروا فی الله من بعد ماظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون (النحل: ۴۱)" ظاہر ہے کہ روضہ اطہر سے اعلیٰ اور افضل جگہ کائنات میں کوئی نہیں (اسی میں صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما بھی ہیں) اسی وجہ سے روضہ اطہر کی شان بیت اللہ عرش معلّٰی، جنت اور کرسی سے اعلیٰ و ارفع قرار دی گئی ہے۔

حیات انبیاء بعد وفات دائمی ہے

گزشتہ باب میں علماء کے دو اقوال میں سے راجح قول کا ذکر کیا گیا کہ روح کا مرکز قبر اور بدن ہے۔ اس سے یہ مسئلہ تو خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ جب روح اپنے مرکز بدن میں ہے تو حیات کے ثبوت ڈھونڈنے کی ضرورت کیا رہ گئی۔ مگر بہتر یہ ہے کہ بات کی وضاحت ہو جائے۔

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۸ ص ۱۸۳) میں یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ لفظ میت کا اطلاق کس پر ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ میت کا لفظ اس پر بولا جاتا ہے جس میں پہلے روح تھا پھر خارج ہوا۔ ظاہر ہے کہ معاملہ تو جسم کا ہے کہ پہلے اس میں روح موجود ہوتا ہے تو اسے زندہ کہتے ہیں۔ جب روح نکل جاتا ہے تو اسے میت کہتے ہیں۔ کیونکہ روح میں روح کا آنا اور روح سے روح کا نکلنا ایسی بات ہے کہ کسی ذی ہوش نے آج تک کبھی نہ سوچی۔ لہٰذا میت کا لفظ جب بھی بولا جائے گا۔ اس سے مراد بدن ہوگا۔

چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں: "ولا بأس باکل دود الزیتون قبل ان تنفخ فیه الروح لان اسم المیت انما یطلق علی من له روح" مطلب یہ جس جسم میں روح پھونکا نہیں گیا اسے میت کہہ ہی نہیں سکتے۔ میت اسے کہیں گے جس میں پہلے روح ہو پھر خارج ہو جائے۔ لہٰذا جہاں بھی موت و حیات کا ذکر ہوگا۔ اس سے مراد بدن کی موت اور بدن کی حیات ہوگی۔

اس اصول کی وضاحت علامہ سیوطی نے ایک حدیث کے سلسلے میں کی ہے: "وقد صح ان الارض لاتأکل اجساد الانبیاء وانہ ﷺ اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء ورأی موسٰی قائما یصلی فی قبرہ واخبر ﷺ بانہ یرد السلام علی کل من یسلم علیہ الی غیر ذالک لما یصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کان موجودین احیاء ذالک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودون احیاء ولا یراھم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ بکرامتہ من اولیائہ"

(فتاوٰی ج ۲ ص ۲۶۷)

حدیث صحیح میں ہے کہ انبیاء کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی اور یہ بھی صحیح ہے کہ شب معراج میں حضور ﷺ بیت المقدس میں انبیاء سے ملے اور آسمانوں پر بھی ملے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اور حضور ﷺ نے یہ خبر بھی دی کہ جو شخص قبر مبارک پر سلام دے۔ حضور ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔ ان تمام دلائل سے قطعی یقین ہوجاتا ہے کہ انبیاء کی موت صرف یہ ہے کہ وہ دنیا سے غائب ہوئے۔ کیونکہ ہم انہیں مادی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ اگرچہ وہ زندہ ہیں جیسے فرشتوں کا حال ہے کہ وہ زندہ موجود ہیں۔ مگر ہم میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں! جسے اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے خاص کردے وہ کرامت کے طور پر دیکھ سکتا ہے۔

اسی (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۸) میں علامہ بارزی کے متعلق مرقوم ہے: "وسئل البارزی عن النبی ﷺ ھل ھو حی بعد وفاتہ فاجاب انہ حی" علامہ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ بعد وفات زندہ ہیں؟ جواب دیا: ہاں زندہ ہیں اور اس کے (۲۷۲) پر علامہ تقی الدین سبکی سے نقل کرتے ہیں۔

"حیاۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوۃ موسٰی فی قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسدا حیا وکذالک للصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجسام ولا یلزم من کونہا حیاۃ حقیقۃ ان تکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب واما الادراکات کالعلم والسماع فلاشک ان ذالک ثابت لھم" انبیاء و شہداء کی قبر کی زندگی ایسی ہی ہے جیسی دنیا میں تھی۔ اس کی شہادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے نماز پڑھنا ہے، نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ اسی طرح شب معراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کی جو صفات بیان ہوئیں یہ سب اجسام کی صفات ہیں۔ ہاں! یہ حیات ہر کام اور ہر فعل میں حیات دنیا کی طرح نہیں کہ کھانے پینے کی بھی ضرورت رہے۔ البتہ باقی ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ ان کے لئے ثابت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم برزخ، دنیا اور آخرت کے بین بین ہے۔ لہٰذا حیات برزخی کے احکام بھی دنیا و آخرت کے احکام کے بین بین ہیں۔ بعض احکام دنیا کے احکام کی طرح بجالائیں گے۔ جیسے اذان، اقامت، نماز، جماعت، ذکر الٰہی وغیرہ اور جسم کا صحیح وسالم رہنا۔ فہم کلام، سماع وغیرہ اور بعض احکام مثل احکام آخرت کے ہوں گے جیسے غذا کی حاجت نہ ہونا بول و براز کی حالت نہ ہونا۔[۲]

[۱] موت چار قسم کی ہوتی ہے: (۱) موت اخراج روح عن البدن پر بولا جاتا ہے (۲) فقدان نور معرفت پر جیسے کفار کو مردہ کہا جاتا ہے (۳) فقدان قوت نامیہ کے لئے جیسے زمین کے متعلق "یحیی الارض بعد موتھا" (۴) عدم تحریک پر جیسے پتھر وغیرہ۔

[۲] اس کی مثال دنیا میں موجود ہے۔ انسان اور حیوان کا بچہ نو دس مہینے ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اسے غذا ملتی ہے نشوونما ہوتی ہے۔ بول و براز کی حاجت نہیں ہوتی۔

حافظ ابن قیم نے کتاب الروح میں وہ ساری عبارت درج کی ہے جو اوپر (فتاویٰ سیوطی ص ۲۶۷) کے حوالہ سے درج کی جا چکی ہے۔ اس کے آخر میں اتنا اضافہ ہے: "واذا تقرر هذا انهم احياء فاذا نفخ فی الصور نفخة الصعق صعق كل من فی السموات و من فی الارض الا من شاء الله فاما صعق الانبياء فالاظهر فانه غشية فاما صعقة غير الانبياء" (کتاب الروح ص ۴۳)

معلوم ہوا کہ جب نفخ بعث ہوگا تو وہ لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت وارد ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام صرف غشی سے افاقہ میں آ جائیں گے۔

(مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۶۹) میں یہی بات ایک اور انداز سے کہی گئی ہے: "واما ارواح انبیاء اعادہ کردہ می شوند درہماں ابدان کہ در دنیا بود و بوسیدہ نشد و خاک نگشت و حق تعالیٰ قادر است کہ نگاہ دارد ارواح را بے ابدان ولیکن نقل وارد شدہ است بوجود آں درابدان چنانکہ بودن موسیٰ نماز گزارندہ در قبر و چہ نماز گزاردن تقاضائے جسد حی می کند و صفات مذکورہ در انبیاء شب معراج ہم صفات اجسام است و لازم نمی آید آن بودن حقیقت حیات کہ باشد برصفتے کہ در دنیا بودہ در احتیاج طعام و شراب وغیرہ ذالک از اجسام۔ چنانکہ مشاہدہ می کنم در دنیا بلکہ آنہا را در برزخ احکام دیگر باشد و احتیاج بطعام و شراب و امثال آں امر عادی است و حال در آنجا بخلاف عادت باشد۔"

علامہ تقی الدین سبکی نے حیات دائمی کے ثبوت میں بیان کیا ہے: "فان الصلوٰة تستدعی جسدا احياء و كذالك للصفات المذكورة فی الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات الاجسام و لايلزم من كونها حيات حقيقة ان يكون الابدان معها كما كانت فی الدنيا من الاحتياج الی الطعام و الشراب و لا امتناع عن النفوذ فی الحجاب الكثيب و غير ذالك من صفات الاجسام التی نشاهدها بل قد يكون لها حكم آخر فليس فی العقل ما يمنع من اثبات الحياة الحقيقت لهم و اما الادراكات كالعلم و السماع فلا شك ان ذالك ثابت و سنذكر ثبوته لسائر الموتی فكيف بالانبياء" (شفاء السقام ص ۱۹۱)

خلاصہ یہ ہے کہ نماز پڑھنا زندہ جسم کی صفت ہے، شب معراج میں انبیاء کی دوسری صفات جو مذکور ہوئیں وہ بھی زندہ جسم کے اوصاف ہیں حیات برزخی کے بعض احکام دنیوی ہیں۔ مثلاً ادراک علم وسماع وغیرہ اور بعض اخروی ہیں۔ مثلاً کھانے پینے بول و براز کی حاجت نہ ہونا وغیرہ۔

علامہ ابن حجر نے (الجوہر المنظم ص ۲۴) میں نبی کریم ﷺ کی حیات ابدی کے متعلق فرمایا: "والموت الواقع له غير مستمر لعود الحياة الكاملة له و استمدادها" یعنی جو موت نبی کریم ﷺ پر واقع ہوئی وہ دائمی نہیں۔ قبر میں کامل اور دائمی حیات لوٹ آئی۔

پھر اسی کتاب کے (ص ۲۹) پر فرمایا: "ولما ادلة حياة الانبياء فمقتضاها حياة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء" یعنی انبیاء کے ابدان حالت برزخ میں اسی طرح ہوتے ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ ہاں! غذا سے مستغنی ہوتے ہیں۔

پھر (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷) "وانه ﷺ مغيب عن الابصار كما غيبت الملائكة مع كونهم احياء باجسادهم" یعنی انبیاء کی موت صرف یہی ہے کہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جسے ملائکہ زندہ موجود ہیں مگر نظر نہیں آتے۔

اور (تحفۃ الذاکرین ص ۳۴) "انہ ﷺ حی فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم" یعنی نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ آپ کے وجود سے روح کی کلی مفارقت نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور (وفاء الوفاج ۴ ص ۱۳۵۴) "المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ یسر بطاعات امتہ" یعنی محققین متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔

اسی کتاب کے (۱۳۵۲) پر "ولحیاۃ الانبیاء علیہم السلام بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ اور ولا شک فی حیاتہ ﷺ بعد وفاتہ کسائر الانبیاء احیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیاۃ الشھداء"

اور (وفاء الوفاج ۴ ص ۱۳۵۵) پر بلفظہ وہی عبارت ہے جو اوپر (الجوہر المنظم ص ۲۹) کے حوالے سے درج کی جاچکی ہے۔

مولانا عبدالعلی لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن کے (ص ۱۶) پر امام مالک سے نقل کیا ہے: "ونقل من الامام مالک انہ کان یکرہ ان یقول الرجل زرت قبر النبی ﷺ او زرت النبی ﷺ ابن رشد من اتباعہ ان الکراھۃ لغلبۃ استعمال لفظ وقال الزیارۃ فی الموتی وھو ﷺ احیاہ اللہ تعالی بعد موتہ حیات قائمۃ واسمرۃ تلک الحیاۃ الی الآن وھی مستمرۃ فی المستقبل ولیس ھذا خاصا بہ ﷺ بل یشارکہ الانبیاء علیہم السلام فھو حی بالحیاۃ الکاملۃ وکذا سائر الانبیاء الی ان قال عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وکذا قال زرقانی والی ان قال والا فھو حیّ مستمر ادائما"

امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے کہ کوئی کہے میں نے قبر رسول کی زیارت کی یا رسول ﷺ کی زیارت کی۔ ابن رشد نے کہا کہ یہ کراہت اسی وجہ سے ہے کہ زیارت کا لفظ عموماً مردوں پر بولا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے بعد موت زندہ فرمایا اور دائمی حیات دے دی اور یہ حیات قیامت تک چلی جائے گی اور اس حیات میں باقی انبیاء کرام بھی شریک ہیں۔ حضور اکرم ﷺ حیات کاملہ سے زندہ ہیں اسی طرح باقی انبیاء بھی۔ حضرت انس بن مالک ؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح زرقانی نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ حیات دائمی اور استمراری کے ساتھ زندہ ہیں۔

زرقانی نے (شرح مواہب لدنیہ ج ۸ ص ۳۰۹) میں یہ مسئلہ نہایت بسط سے بیان کیا ہے: "واورد ان رد السلام علی المسلم لا یختص بہ ﷺ ولا بالانبیاء علیہم السلام فقد صح مرفوعا من احمد یمر بقبر اخیہ المؤمن ومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام واجیب بان الرد من الانبیار د حقیقی وانما ھو بواسطۃ اتصال الروح بالجسد لان بینہ وبینھا اتصالا یحصل بواسطۃ التمکن من الروح کون اروا حھم لیست فی اجسادھم ولا شک ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ معلومۃ مستمر ثابتۃ فی الاستمرار ونبینا ﷺ افضلھم بالنصوص والاجماع واذا کان کذالک فینبغی ان تکون حیاتہ واکمل واتم من حیات سائر الانبیاء فان قال سقیم الطبع ردی الفھم لو کانت حیاتہ ﷺ مستمرۃ ثابتۃ لما کان رد روحہ معنی کما قال فی الحدیث

الا رد اللہ علیٰ روحی فان مقتضاہ انفصالھا عنہ وھو الموت۔ یجاب عن ذالک بوجوہ احدھا ان ھذا اعلام بثبوت وصف الحیاۃ دائما لثبوت رد السلام دائما لاستحالۃ خلو الوجود کلہ عن مسلم علیہ عادۃ فوصف الحیاۃ لازم رد السلام اللازم لصفۃ الحیاۃ واللازم یجب وجودہ عند ملزومہ او ملزوم ملزومہ فاطلق اللازم ھنا وھو رد الروح واراد لازمہ وصفۃ الحیاۃ الملزومۃ لرد السلام فاکنہ قال الا وجدنی حیا فوصف الحیاۃ ثابتۃ دائما لان ملزوم ملزومہ ثابت دائما وھذا من نفائات واجیب بان امور الاخرۃ لاتدرک بالعقل واحوال البرزخ اشبہ باحوال الاخرۃ"

پھر (ج ۸ ص ۳۰۱۰) پر فرمایا: "ان رد الروح مجاز عن المسرۃ فانہ یقال لمن سر عادت روحہ ولضدہ ذھبت فھو عبارۃ عن دوام سرورہ ﷺ علیہ لان الکون لا یخلوا عن مسلم علیہ بل قد یتعدد فی ان واحد ما لا یحصی" خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ناسمجھ یہ سوال کرے کہ حدیث میں ہے: "الا رد اللہ علی روحی" یعنی رد روح کا تعلق عالم برزخ سے ہے جو عالم غیب ہے اور عالم غیب کے احکام پر عقلی دلائل قائم کرنا نری جہالت ہے اور وہ شخص جاہل ہے جو خطابت اور برہان کے درمیان فرق نہیں جانتا۔

حضور اکرم ﷺ نے رد روح کا استعمال مختلف مواقع پر فرمایا۔ اگر ان سب کو پیش نظر رکھا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ مثلاً:

۱...... "ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی"

۲...... بیدار ہوتے وقت حضور ﷺ نے فرمایا: "الحمد للہ الذی رد علی روحی"

۳...... لیلۃ التعریس میں فرمایا: "ان اللہ رد ارواحکم حین شاء ورد علی حین شاء"

پہلی دو حدیثوں میں ضمیر متکلم ہے تیسری میں ضمیر مخاطب ہے تینوں میں مواقع مختلف ہیں۔ یہ باتیں صحابہ سے اس وقت فرمائیں جب حضور ﷺ اس دنیا میں عین عالم حیات دنیوی میں تھے۔

حدیث نمبر ۲، اور نمبر ۳ سے ظاہر ہے، رد روح بدن مردہ میں نہیں ہوا دونوں حالتوں میں بدن زندہ تھے نیند کی حالت میں تھے جب زندہ تھے تو رد روح سے کیا مراد ہوئی۔ پھر پہلی دو حدیثوں میں ضمیر متکلم سے حضور ﷺ کا بدن اطہر مراد ہے جو کلام کرتا ہے مگر پہلی حدیث میں رد روح کا تعلق عالم برزخ سے ہے دوسری میں عالم دنیا سے ہے۔ لہٰذا رد روح نہ یہاں بدن مردہ میں ہوا نہ برزخ میں بلکہ دونوں جگہ رد روح کو زندہ جسم کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح تیسری حدیث میں مخاطبین مردہ نہیں تھے زندہ تھے سو رہے تھے۔ مگر ان کے لئے رد روح کے الفاظ حضور اکرم ﷺ نے خود فرمائے۔ اس لئے اگر برزخ میں رد روح سے تو رد روح اس وقت انفصال روح یعنی موت ہو تو حیات دائمی کیسے ثابت ہوئی۔

جواب اوّل یہ ہے کہ حدیث میں ذکر ہے رد روح کا جو ملزوم ہے وصف حیات کا اور حیات، رد روح کو لازم ہے۔ پھر حیات ملزوم ہے رد سلام کی اور رد سلام لازم ہے حیات کا تو یہاں ذکر ملزوم کا ہے جو رد روح ہے! اور ارادہ ہے لازم کا جو حیات ہے اور حیات کو رد سلام لازم ہوگا۔ مطلب یہ ہوا کہ رد روح سے مراد ہی جب حیات ہے تو سلام کا جواب دیتے وقت حیات موجود ہوگی۔ یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اس وقت

میں زندہ موجود ہوتا ہوں اور سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس سے تو حیات دائمی ثابت ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے حضور ﷺ کو حیات جسمانی عالم برزخ میں حاصل ہے اور سلام کا جواب بھی برزخ میں فرماتے ہیں اور عالم برزخ مشابہ ہے۔ عالم آخرت کے اور عالم آخرت کے احکام عقل سے حل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا عقل سے حل کئے بغیر حدیث پر ایمان لانا فرض ہے کہ حضور ﷺ کو عالم برزخ میں حیات جسمانی حاصل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ رد روح سے مراد سرور ولذت ہے۔ جیسے عام بول چال میں جب کوئی شخص کسی بات سے خوش ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میری روح لوٹ آئی یا میری روح تازہ ہو گئی۔ جب کوئی المناک خبر سنتا ہے تو کہتا ہے میری روح نکل گئی تو اس سے مراد دائمی سرور ہوا۔

شیخ انورؒ نے (فیض الباری ج ا ص ۴۷۶) میں ایک اور جواب دیا ہے: ''قال النبی ﷺ الا رد اللہ علی روحی ما معناہ اقول فالاسھل فی الجواب ان یقال انہ من عالم الغیب و اقامۃ الدلائل العقلیۃ علیہ جھل و من یطیق ذالک و انما یشغل بہ من لا یعرف الفرق بین الخطابۃ و البرھان'' مراد مردہ جسم میں روح کو لوٹانے کے لئے جائیں تو اس دنیا میں یہی معنی لئے جائیں گے کیا کوئی ذی ہوش انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث نمبر ۲، ۳ میں رد روح مردہ اجسام میں ہوا۔ اگر نہیں تو پہلی حدیث میں یہ معنی لینے کی کیا وجہ ہے۔

علامہ انور شاہؒ نے تو بات ہی صاف کردی: ''وقد تخایل ان رد الروح ینافی الحیاۃ وھو یقررھا فان الرد انما یکون الی الحی لاالی الجماد کما وقع فی حدیث لیلۃ التعریس یرید بقولہ الانبیاء احیاء المجموعۃ الاشخاص لاالارواح فقط وما المراد بضمیر المتکلم فی قولہ الا رد اللہ علی ومن ھو غیر الروح'' یعنی موت کا خیال بھی نہ کیا جائے۔ یہ جملہ تو حیات کو مضبوط کرتا ہے۔

رد روح ہوتا ہی جسم زندہ کی طرف ہے جیسا حدیث لیلۃ التعریس سے ظاہر ہے اور انبیاء جسم اور روح کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ صرف روح سے نہیں اور ضمیر متکلم جو علیّ میں مذکور ہے دونوں جگہ موجود ہے دونوں جگہ بدن اطہر رسول مراد ہے جو کلام کر رہا ہے مگر حالتیں دو ہیں ایک عالم دنیا ایک عالم برزخ۔ لہٰذا دونوں میں حیات ثابت ہے اور رد روح سے موت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ برزخ میں حیات دائمی ثابت ہوتی ہے۔

اب چند وہ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کا تعلق بلوغ سلام سے ہے۔

۱...... ''اکثروا الصلوٰۃ علیّ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ''

۲...... ''من صلیٰ علیّ عند قبری سمعتہ و من صلّی علیّ نائیا و کل اللہ بھا ملکا یبلغنی''

۳...... ''من صلیٰ علیّ عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ''

۴...... ''ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام''

ان سب احادیث میں ضمیر متکلم استعمال ہوئی ہے اور حضور ﷺ نے اس وقت فرمائی جب اس دنیا میں عین حیات میں تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سامنے موجود تھے۔ لہٰذا جس طرح درود و صلوٰۃ آپ کی ذات پر اس دنیا میں پیش ہوتا تھا، اسی طرح برزخ میں پیش ہوتا ہے۔

معروضۃ علی اور تبلغنی سے حضور ﷺ کی ذات مراد ہے اس لئے یا تو دونوں جگہ زندہ جسم ماننا پڑے گا یا دونوں جگہ میت ماننا پڑے گا۔ ایک جگہ زندہ اور ایک جگہ مردہ ماننا اس کی گنجائش نہیں اور دونوں جگہ مردہ ماننا نری حماقت ہے۔ لہٰذا اس کے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں حالتوں میں جسم زندہ تسلیم کرو۔ پس دونوں حالتوں میں حیات ثابت ہے۔

بلوغ صلوٰۃ وسلام اور سماع عندالقبر

اس عنوان کو زیر بحث لانا دو لحاظ سے ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ اس مسئلہ میں شرذمہ قلیلہ نے عوام کو گمراہ کرنے اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دینے کی با قاعدہ مہم چلا رکھی ہے۔ دوسرا اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اس کے ثابت ہو جانے سے حیات انبیاء کا ایک اور ثبوت منظر عام پر آ جائے گا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ روضہ اطہر کے پاس مسجد نبوی میں درود پڑھا جائے۔ جس کو عرفاً قریب کہا جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ خود بہ نفس نفیس سن کر جواب دیتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے جسے عرفاً بعید کہا جاتا ہے تو ملائکہ کے ذریعہ درود وسلام پہنچایا جاتا ہے۔

اس اجماعی مسلک کے برعکس ایک چور دروازے سے اس کی تردید کی راہ نکالی گئی ہے کہ جس حدیث سے سماع عندالقبر کے قائلین استدلال کرتے ہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو متروک الحدیث ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ غلط ہے۔ الالی المصنوعہ کے حوالہ سے وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

”عن ابی ھریرۃ مرفوعاً من صلٰی علیَ عندقبری مرفوعا سمعتہ الخ لا یصح محمد بن مروان ھو السدی الصغیر کذاب۔ قال العقیلی لا اصل لھذاالحدیث“ (ج ۱ ص ۲۸۳)

پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ سیوطی نے عقیلی کا قول رد کر دیا اور اپنے پلے باندھ لیا کہ اپنی پسند کا تھا مگر اسی کتاب کا ایک صفحہ چھوڑ کر اگلے صفحے پر علامہ سیوطی کے یہ الفاظ کیوں نہ دکھائی دیئے کہ: ”قلت ھذاالحدیث اخرجہ الطبرانی وابو نعیم فی الحلیۃ ولہ شواھد یرتقی بھاالی درجۃ الحسن“ (ج ۱ ص ۲۸۵)

خط کشیدہ الفاظ کے ہوتے ہوئے اس حدیث کو نا قابل التفات یا بے اصل کہنا بس جرأت رندانہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ جمہور علماء محدثین متکلمین اور صوفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو الحافظ ابی محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصفہانی المعروف بابی الشیخ المتوفی ۳۶۹ھ کی کتاب ”ثواب اعمال“ میں درج ہے جس کی سند جمہور محدثین اہل السنۃ کے نزدیک جید وصحیح ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مناسک حج (ص ۳۹۱) میں قریب وبعید کی تصریح فرمائی ہے: ”صلوا علیَ حیثما کنتم فان صلوٰتکم تبلغنی قال فاخبر انہ ﷺ یسمع الصلٰوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغہ ذالک من البعید“

اس حدیث کے متعلق محدثین وشراح حدیث کی آراء:

۱...... (فتح الباری ج ۶ ص ۳۱۲) ”ومن شواھد الحدیث ما اخرجہ ابو داؤد من حدیث ابی ھریرہ رفعہ وقال فیہ صلوا علیَ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم۔ سندہ صحیح واخرجہ ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ وعند ابی داؤد والنسائی وصححہ

ابن خزیمہ وغیرہ عن اوس الی ان قال فان صلٰوتکم معروضۃ علیّ فقالوا کیف تعرض وقد ارمت الخ"

۲...... (القول البدیع ص ۱۵۴) "قلت سندہ جید"

۳...... (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰) "واخرجہ ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا بلغتہ"

۴...... (اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۸۵) "قلت ھذا الحدیث اخرجہ الطبرانی وابو نعیم فی الحلیلہ ولہ شواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن"

۵...... (التنزیہ الشریعہ ج ۱ ص ۳۳۵) "من صلّ علیہ عند قبری سمعتہ الخ من حدیث ابو ھریرۃ ولا یصح فیہ محمد بن مروان السدی الصغیر وقال العقیلی لا اصل لھذا الحدیث تعقب بان البیھقی اخرجہ فی الشعب من ھذا الطریق وتابع عن الاعمش فیہ ابو معاویۃ اخرجہ ابو الشیخ فی الثواب قلت سندہ جید کما نقلہ السخاوی عن شیخہ الحافظ ابن حجر ولہ شواھد من حدیث ابن مسعود وابن عباس وابی ھریرۃ اخرجھا البیھقی ومن حدیث ابی بکر الصدیق اخرجہ الدیلمی ومن حدیث عمار بن یاسر الی ان قال قلت منھا ای من شواھد حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون واخریٰ من طرق وصححہ من بعضھا وقال فی کتاب الاعتقاد الانبیاء احیاء بعد ما قبضوا ردالیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم"

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے اپنے رسالہ السعی المشکور فی رد المذاہب الماثور میں اس مسئلے پر بحث فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: روضہ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو نبی کریم ﷺ خود سن کر جواب دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ "وکذا جواب النبی ﷺ الزائر ثابت بالسنۃ واجماع الامۃ" (ص ۴۵۲)

پھر (ص ۴۵۷) پر فرماتے ہیں: غایۃ الامر یہ ہے کہ وہ طریقہ جس میں محمد بن مروان سدی واقع ہے۔ ضعیف ہے اس وجہ سے کہ اس کے حق میں نقادوں سے بہت سے کلمات جرح کے واقع ہیں۔ جیسا صارم میں مذکور ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث بجمیع طرق قابل اعتبار نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ اس وجہ سے میت کا اس سلام کو جو قبر کے نزدیک ہو سننا اور اس کا جواب دینا کوئی میت ہو اؤلہ واضح سے ثابت ہے اور تحقیق اس کی اپنے مقام پر بشرح وبسط مع رد اقوال مخالفین مذکور ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کا اس سلام کو جو آپ کی قبر کے پاس ہو سننا اور اس کا جواب دینا بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔ گو کوئی نص خاص اس باب میں نہ پائی جائے اور ان نصوص سے جو کہ حیات انبیاء بالخصوص حیات نبینا ﷺ قبر میں اور ان کا عبادت میں مشغول ہونا ان سے ثابت ہے زیادہ تر تاکید ہوتی ہے۔

مولانا نے سدی کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور صارم کا حوالہ دیا ہے مگر ابن عبدالہادی نے (الصارم المنکی ص ۱۷۹) پر سدی کی حدیث کو موضوع لکھا ہے اور وہ بلا دلیل جب اس کے شواہد موجود ہیں تو زیادہ سے زیادہ درجہ ضعف میں داخل ہوگی۔ موضوع لکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بہرحال وہ حدیث جیسی بھی ہو جب ہمارا استدلال ہی اس سے نہیں تو اس کو زیر بحث لانا فضول ہے بلکہ استدلال تو ابوالشیخ کی سند سے ہے جو جید سند ہے اور اس کے حق میں ثبوت پیش کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم علماء کے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن میں اس سننے اور پہنچانے کے معاملے کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے اور اس سے حیات النبی ﷺ کا مسئلہ ثابت کیا ہے۔

۱...... (الجوہر المنظم علامہ ابن حجر مکی ص ۲۲، ۲۳) ''وفی اخری للطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ قلنا یا رسول اللہ وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ای فسمعھم الحسی کبقیۃ حواسھم الظاھریۃ والباطنیۃ باقیۃ بحالھا کما کانت علیہ قبل وفاتھم علی نبینا ﷺ لکن اللہ تعالٰی اغناھم عن الاحتیاج الی الغذاء الحسی کرامۃ لھم کالملائکۃ''

اس کا حاصل یہ ہے کہ:

الف: روضہ اطہر پر حاضر ہو کر سلام پڑھنے والے کی آواز حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔

ب: حضور ﷺ نے تصریح فرمادی کہ جس طرح میں اس دنیوی زندگی میں سنتا ہوں اسی طرح بعد وفات بھی سنوں گا۔

ج: انبیاء کے اجساد صحیح وسالم رہتے ہیں۔

د: ان کے حواس ظاہری و باطنی بعد موت صحیح رہتے ہیں جیسے دنیا میں تھے۔

ر: ملائکہ کی طرح انہیں غذائے حسی کی حاجت نہیں ہوتی۔

۲...... (ایضاً ص ۲۳) ''انہ ﷺ یبلغہ الصلٰوۃ والسلام اذا صدر من بعید ویسمعھما اذا کان عند قبر الشریف بلا واسطۃ''

۳...... (ایضاً ص ۲۴) ''ینال الزائرون بقبر النبی ﷺ فضیلۃ عظیمۃ فیجمع اللہ تعالٰی لھم بین سماع رسول اللہ ﷺ لاصواتھم من غیر واسطۃ وبین ردہ علیہ السلام بنفسہ'' یعنی زائر کا سلام وصلٰوۃ حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور بلا واسطہ سنتے ہیں۔ مگر نئے توحیدی کہتے ہیں کہ نہیں بس صرف ثواب پہنچتا ہے۔

۴...... (ایضاً ص ۲۴) ''وعلم من تلک الاحادیث ایضا انہ ﷺ حی علی الدوام اذ من المحال العادی ان یخلوا الوجود کل عن واحد یسلم علیہ فی لیل او نھار فنحن نؤمن ونصدق بانہ ﷺ حی یرزق وان جسدہ الشریف لاتأکلہ الارض وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام والاجماع علی ھذا'' حضور ﷺ کا سننا اور حیات امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۵...... (ایضاً ص ۲۵) ''فھو ﷺ حی علی الدوام ونحوھا کما مر ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون''

یعنی حضور ﷺ کی یہ حیات دائمی ہے عارضی اور وقتی نہیں۔

۶...... (ایضاً ص ۲۵) ''ومعنی رد الروح الیہ انھا ردت الیہ عقیب دفنہ ﷺ لاجل سلامھم واستمررت فی جسدہ الشریف لانھا تعاد لرد السلام ثم تنزع'' یعنی رد روح بعد دفن ہوا پھر حضور ﷺ کے جسد اطہر میں یہی ہمیشہ کے لئے روح موجود ہے۔ یہ نہیں کہ سلام کے لئے بار بار نکالا اور لوٹایا جاتا ہے۔

۷...... (ایضاً ص ۲۹) ''اما ادلۃ حیات الانبیاء علیہم السلام فمقتضاھا حیات الابدان کحالۃ الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء'' یعنی حیات سے مراد ہی حیات بدن ہے۔

۸...... (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۲۳) ''وفیہ اشارۃ الی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغ سلام امتہ''

۹...... (السعی المشکور ص ۴۵۵) ''ومن اعظم فوائد الزائر والزیارۃ ان زارہ ﷺ اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا ورد علیہ من غیر واسطۃ وناھیک بذالک'' یہی الفاظ ملا علی القاری نے ''درۃ المفیدہ فی زیارۃ المصطفویہ'' میں لکھے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ''وجاء عنہ ﷺ بسند جید من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ من بعید ؍سمعتہ''

۱۰...... منح مکیہ از ابن حجر مکی: ''مااقتضاہ کلامہ من ان زائرہ ﷺ اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا ویرد علیہ من غیر واسطۃ''

۱۱...... (نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۰۳) ''وبما تقرر فی ھذہ الاحادیث علم انہ ﷺ تبلغہ الصلوٰۃ والسلام اذا صدر من بعید ویسمعھا اذا کان عند قبرہ الشریف بلا واسطۃ''

۱۲...... (مرقاۃ الشریف ج ۳ ص ۵۲۵) ''انہ قد ثبت من صلی علیہ نائیاً بلغہ ومن صلی علیہ عند قبرہ سمعہ''

۱۳...... (تحقیق حق المبین ص ۱۳ شاہ احمد سعید مجددی) ''وقد اتفق العلماء علی انہ علیہ السلام حی فی قبرہ الشریف یعلم بزائرہ''

۱۴...... (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۴) ''ممایحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کانوا موجودین احیاء ولا یراھم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ تعالیٰ بکرامتہ من الاولیاء'' یعنی انبیاء کرام کی موت یہی ہے کہ ہم سے غائب کر دیے گئے ہیں۔

۱۵...... (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۵) ''ولذا جعلوا من ادلۃ الحیاۃ علی الدوام وان روحہ لاتفارقہ ابدا قولہ ﷺ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ'' یعنی یہ حدیث حضور ﷺ کی دائمی حیات کی دلیل ہے روح کبھی بدن سے جدا نہیں ہوتا۔

۱۶...... (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۳۲) ''قلت قد قدمنا ان الانبیاء لایموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء وقد ورد بہ الاحادیث والاخبار انھم احیاء فی قبورھم یصلون''

۱۷...... (زرقانی ج ۶ ص ۴۰) ''ولانھم احیاء عند ربھم یرزقون حیاۃ حقیقۃ والصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا قلنا انھا الشرعیۃ او اللغویۃ ولا یلزم من ذالک من کونھا حقیقۃ ان تکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب ونحوھما من صفات الاجسام التی نشاھدھا لان ذالک عادی لا عقلی وھذہ الملائکۃ احیاء ولا یحتاجون الی ذالک''

۱۸...... (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۵۶) ''لاعدۃ علیھم لانہ ﷺ حی فی قبرہ وکذالک سائر الانبیاء''

۱۹...... (زرقانی ج ۸ ص ۲۹۹) ''ان رسول اللہ ﷺ قال من رانی بعد موتی کانما رانی فی حیاتی لانہ حی فی قبرہ یعلم من یزورو یرد السلام''

اس روایت کے متعلق بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ زیارت ہوئی تو صحابی ہو گیا۔ حالانکہ صحابی ہونے کے لئے دیکھنے والے کا مادی آنکھوں سے دیکھنا شرط ہے اور حضور ﷺ کا دار التکلیف مادی دنیا میں ہو شرط ہے۔

۲۰...... (زرقانی ج۸ ص۳۰۵) آداب زیارت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یقف عند الشباک بالمنشوع والادب کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاتی اذ ھو حی ویستحضر عملہ بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ لسلامہ کما ھو فی حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم دنیاتھم وعزالھم وخواطرھم وذالک عندہ جلی ظاھر لا حقابہ باطلاع اللہ تعالٰی لہ علی ذالک''

یعنی روضہ اطہر کی حاضری کے وقت وہی صورت اختیار کرے۔ جیسا حضور ﷺ کی اس دنیوی زندگی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اختیار کی جاتی تھی۔ کیونکہ حضور ﷺ کی دنیوی زندگی اور بعد موت کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔

۲۱...... (زرقانی ج۵ ص۳۳۴) ''وقد ثبت ان اجساد الانبیاء لا قبلی وعود الروح الی الجسد ثابت فی الصحیح کسائر الموتٰی فضلاً عن الشھداء وفضلاً من الانبیاء وانما النظر فی استمرارھا فی البدن وفی ان البدن یصیر حیا کحالتہ فی الدنیا او حیا بدونھا وھی حیث شاء اللہ تعالٰی فان ملاذمۃ الروح للحیاۃ امر عادی اجر اللہ العادۃ بہ فیجوز تخلفہ لا عقلی فیمتنع تخلفہ فھذا الحیاۃ بلا روح ممر تجوزہ العقل وقد ذکر جماعۃ من العلماء ویشھد لہ صلٰوۃ موسیٰ فی قبرہ کما ثبت فی الصحیح واختلف فیھا فقیل الصلٰوۃ للغویۃ ای یدعو اللہ ویذکر اللہ ویثنی علیہ وقیل الشرعیۃ ولا مانع من ذالک لانہ الی الآن فی الدنیا وھی دار تعبد وعلی ھذا جری القرطبی فقال الحدیث یدل بظاھرہ علی انہ ﷺ راٰہ (ای موسیٰ) رویتہ حقیقۃ فی الیقظۃ وانہ حی فی قبرہ یصلی الصلٰوۃ التی کان یصلیھا فی الحیاۃ وذالک ممکن فان الصلٰوۃ تستدعی جسد حیا سواء انھا الشرعیۃ او اللغویۃ وکذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجسام ولا یلزم من کونھا حیاۃ حقیقۃ ان تکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب الی ان قال وفی الفتاوی الانبیاء احیاء والشھداء والعلماء لایبلون والانبیاء والشھداء یاکلون ویشربون فی قبورھم ویصلون ویصومون ویحجون الی ان قال فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاۃ الحقیقۃ لھم واما الادراکات کالعلم والسماع فلاشک ثابت لھم وسائر الموتٰی''

۲۲...... (السعی المشکور ص۴۵۲) ابن عبدالہادی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وکذا جواب النبی ﷺ الزائر ثابت بالسنۃ واجماع الامۃ وجواب غیر الزائر مختلف فیہ'' اسی طرح بار بار کثرت سے زیارت کرنے کے لئے جانا اور صلٰوۃ وسلام پڑھنا صحابہ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے۔

۲۳...... (السعی المشکور ص۴۵۳) ''علی ان الاکثار ایضاً کما مروی عن ابن عمر ولم ینکر علیہ احد من الصحابۃ ولا زجر فکان اجماعا سکوتیا علی جوازہ وذالک کاف واف فی بابہ'' یعنی حضرت ابن عمر کثرت سے زیارت کو جاتے کسی صحابی نے نہ اس کا انکار کیا نہ زجر۔ لہٰذا یہ صحابہ کا اجماع سکوتی ہوا۔ اس سلسلے میں یہ کافی ہے اور حضرت انور شاہ صاحب اس ضمن میں ایک اصولی بات فرماتے ہیں۔ دین نام ہے تعامل امت کا ایک دو روایتوں کا نام دین نہیں۔

''ولیس الطریق ان یبنی الدین علی لفظ جدید بدون النظر الی التعامل'' (فیض الباری ج۲ ص۲۶۶)

یعنی دیکھنا یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کسی خاص مسئلے میں عمل کس طرح ہوتا رہا ہے۔

ان روایات اقوال اور آراء سے یہ ظاہر ہے کہ دو مسئلے قانون کلی کا حکم رکھتے ہیں۔ اوّل: حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں، عبادت میں مشغول ہیں۔ دوم: زائر جو روضہ اطہر پر جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ حضور ﷺ سن کر جواب دیتے ہیں یہ دونوں مسئلے اجماعی اور امت محمدیہ میں متفقہ ہیں۔ کسی فرد کو ان میں اختلاف نہیں رہا۔ ان دو مسائل کے ثابت ہونے اور ان پر امت کا اجماع ثابت ہونے سے تیسرا مسئلہ از خود ثابت ہو گیا کہ روح کا تعلق بدن سے ہے اور انبیاء کی حیات استمراری ہے۔

آج سے چند برس پیشتر ایک قلیل سے گروہ نے اس اجماعی مسئلہ کے خلاف آواز اٹھائی اور یہاں تک چیخ و پکار کی کہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہونے لگی۔ انہیں چیلنج کیا گیا کہ ایک روایت ہی پیش کرو جو صاف اعلان کرے کہ انبیاء قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔ نمازیں نہیں پڑھتے بلکہ ان کے وجود قبروں میں معطل ہیں اور بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ دوسرا جو شخص روضہ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو حضور ﷺ نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

مگر اس چیلنج کے جواب میں ایک آواز بھی نہ اٹھی۔ مگر میرا تعلق چونکہ کسی سیاسی جماعت سے نہیں اور دین کو ذریعہ معاش کبھی بنایا نہیں۔ اس لئے شہرت نہ ہوئی اور اس قلیل گروہ نے میرے چیلنج کو درخور اعتناء نہ سمجھا اور شغل تکفیر میں مگن رہے۔ جب ان کے رد میں احادیث و روایات بعض علماء نے اپنے رسائل میں جمع کر کے دیں تو ان لوگوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کسی حدیث کا انکار کیا، کسی کو موضوع، کسی کو منکر، کسی کو مضطرب، کسی کو ضعیف کہا، کسی کو تعارض سے ساقط کیا۔ مگر ساری کارروائی کے لئے اس کے بغیر اور کوئی دلیل پیش نہیں کی: مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

ان حضرات کی اس مبتدعانہ سینہ زوری کی کچھ تفصیل ملاحظہ ہو اور اس میں تدریجی ترقی دیکھتے چلے جائیں۔

۱...... (ندائے حق ص ۲۷) اگر کوئی غیر مجتہد ہے تو اس کی تشریح غیر مقبول ہے۔

۲...... (شفاء الصدور ص ۱۰۰) ''واما الملّاعلی القاری فکثیر الغلط فی کتبہ'' یعنی مفسر، محدث، متکلم فقیہ جسے ترجمان حنفیت کہا جاتا ہے ان کی کتابوں میں اکثر غلط باتیں ہیں گویا کتابوں کی صحت کے لئے نیلوی نسبت ہونا شرط ہے باقی سب غلط۔

۳...... (شفاء الصدور ص ۱۰۰) صاحب تفسیر روح المعانی کو مردود القول لکھا۔

۴...... (شفاء الصدور ص ۱۰۱) علامہ شامی، علامہ سیوطی اور علامہ سبکی کو مردود القول لکھا۔ اب دیکھئے غیر مجتہد کی قید بھی اٹھتی ہے۔

۵...... (ندائے حق ص ۱۴) کسی سلف یا خلف اکابر یا اصاغر، جماہیر ہوں یا مشاہیر کا قول و فعل حجت نہیں۔

۶...... (ندائے حق ص ۱۵) تمام سلف صالحین کو فرضی جمہور فرضی اکابر لکھا۔

۷...... (ندائے حق ص ۱۸) جمہور سلف اکابر کے کشکولوں میں زہر بھری ہے۔

(ندائے حق ص ۱۴۹) جمہور کا خلاف کوئی عیب نہیں۔ مجتہد بھی گئے ایک قدم آگے بڑھئے۔

۸...... (ندائے حق ص ۱۸) مولانا سرفراز کو لکھتے ہیں کیا تسکین لکھتے وقت یہ قاعدہ بھول گیا تھا کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں۔ یعنی اب قافلہ منزل کے قریب پہنچ رہا ہے۔

۹...... (شفاء الصدور ص ۱۰۳) ''ویعلم ان الحجۃ ھی قول النبی ﷺ او فعلہ او تقریرہ دون اقوال الرجال

والهامهم وما ذكرنا فى هذا الباب منها اقوال الرجال ومنها افعالهم ومنها كشوفهم ومنها منامهم ثم منها موضوعة ومنها منكرة واما اخبار الرسول الصحيحة فقليلة جدا فاين التواتر وتلك القليلة ايضا ساقطة او مؤلة اذهى تخالف النصوص وعمل الصحابة''

یعنی دعویٰ یہ ہے کہ:

الف: حجت صرف قول رسول ہے اقوال رجال نہیں۔

ب: صحیح اقوال رسول نہایت قلیل ہیں۔

ج: جو قلیل ہیں وہ بھی ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ نصوص اور عمل صحابہ کے خلاف ہیں لوگ بڑے بڑے معمے حل کر کے ہزاروں روپے انعام لیتے ہیں۔ یہ معمہ بھلا کوئی حل کر کے تو دکھائے۔

قول رسول حجت ہے، صحیح اقوال رسول نہایت قلیل ہیں جو ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں۔ پھر وہ جو حجت ہے وہ کہاں سے ملے گا؟ کیا قلیل اور ساقط الاعتبار قول رسول پر سارے دین کی عمارت استوار ہوئی ہے۔ اب آپ اس مثلث میں سے اصل نقطہ تلاش کریں۔ اس کے بغیر کیا ہے کہ قول رسول بھی حجت نہیں۔ مگر صاف لکھنے میں شاید شرم محسوس ہوتی تھی کوئی رمق ابھی باقی ہوگی۔ اس لئے اس زہر پر شکر کے دو کوٹ کر دیئے۔ ظاہر ہے کہ کتب حدیث اقوال وافعال رسول اور تقریر رسول پر ہی زیادہ تر مشتمل ہیں۔ جب ان میں صحیح اقوال رسول نہایت قلیل ہیں اور وہ بھی ساقط الاعتبار ہیں تو انکار حدیث کس جانور کا نام ہوا اور منکر حدیث کے سر کوئی سینگ ہوتے ہیں یا اس کے چہرے پر کوئی لیبل لگا ہوتا ہے جب دل کی بات زبان پر آ گئی کہ رسول کا کوئی صحیح قول قابل اعتبار موجود ہی نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ انکار حدیث کا اعلان ہو گیا۔

اب ذرا ان کی اپنی زبانی ان کی حیثیت ملاحظہ ہو: (ندائے حق ص ۱۳۳) پر لکھا کہ اجماع کا منکر کافر ہے منکر تواتر کافر ہے۔ منکر حدیث رسول بھی کافر ہے۔

اور یہ تینوں اوصاف جمیلہ ان کی کتب سے خود انہیں کے اندر دکھائی دیتے ہیں بلکہ یہ خود اعلان کرتے ہیں تو ان کی حیثیت کیا ہوئی۔ جب کسی غیر مجتہد کی تشریح مقبول نہیں۔ جمہور فرضی ہیں، جمہور کا قول حجت نہیں، سلف کے کشکول میں زہر بھرا ہے، صحابی کا قول و فعل حجت نہیں، رسول کا قول حجت نہیں۔ کیونکہ صحیح اور قابل اعتبار قول کا وجود نہیں۔ پھر اسلام کہاں سے ملے اور کفر کسے کہتے ہیں۔

ہاں! لے دے کے ایک قرآن رہ گیا۔ مگر اس میں بیان کردہ اصولوں اور تعلیمات کی تشریح تفسیر تفصیل کی ضرورت لازماً ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس کی صحیح تعبیر وہی ہوگی جو قرآن لانے والے نے بتائی۔ مگر اس عظیم مفسر قرآن کا کوئی صحیح اور معتبر قول ملتا نہیں۔ رہے اس کے براہ راست شاگرد تو ان کا قول و فعل حجت نہیں تو ان کی تفسیر قرآن کیسے حجت ہوگی۔ باقی مفسرین خود مردود القول ہیں۔ ان کے کشکول میں زہر بھرا ہے۔ ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ جس پر یہ چھوٹا سا گروہ لوگوں کو جمع کرنا چاہتا ہے کہ لوگو! قرآن ہم سے سمجھو، تفسیر ہم سے سیکھو، تعبیر ہماری قبول کرو، یعنی اور کسی کو نہ سنو ہماری سنو۔ مفسرین کی نہ سنو، محدثین کی نہ سنو، فقہا کی نہ سنو، سب نے زہریلا مواد بغل میں دبا رکھا ہے۔ ہمارے پاس آؤ آب زلال بلکہ آب حیات سپلائی کرنے کے واحد ٹھیکہ دار ہم ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ

ہماری پرستش کرو ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ ہمارے بغیر کسی کی بات نہ سنو، نہ مخلوق کی نہ خالق کی۔ کیونکہ مخلوق سب ناقابل اعتبار اور خالق کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ جب تک ہم نہ سمجھائیں۔ کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان واحد واسطہ ہماری جماعت ہے اور کان کھول کے سن لو' یہ ہے اصلی تے وڈی توحید۔''

ہائے افسوس! خود پرستی کے مرض نے ان لوگوں کو کہاں پہنچایا۔ افسوس کہ دوسروں کو بھی اسی اندھیرے کھڈ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

ان حضرات نے حدیث کا انکار تو کر دیا مگر بڑی پرکاری سے مگر انکار بہرحال انکار ہے۔ خواہ کسی رنگ میں ہو منکرین حدیث کے متعلق علامہ ابن قیم کیا خوب کہہ گئے ہیں: ''انزل (اللہ) علی رسوله وحیین و اوجب علی عباده الایمان بهما و العمل بما فيهما وهما الكتاب و الحكمة الی ان قال و الكتاب هو القرآن و الحكمة هي السنة باتفاق السلف الی ان قال هذا اصل متفق عليه بين اهل الاسلام لا ينكره الا من ليس منهم ای من اهل الاسلام '' یعنی سنت رسول کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کا اسلام سے دور کا رشتہ بھی نہ ہو۔ (کتاب الروح ص ۹۲)

علامہ علی القاری حدیث ''فمن رغب عن سنتي فليس مني '' کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''وفيه اشار بان من خالف السنة وان كان في الظاهر مزيّنا خطيبا مكرما عندالناس فهو في الحقيقة نجس اخس من الكلب '' (مرقاۃ ج ۲ ص ۴۷)

سنت کی مخالفت تو ایک طرف رہی جو صحیح حدیث کے وجود سے انکار کر دے وہ سنت کہاں سے تلاش کرے گا اور اسے موافقت یا مخالفت کی فکر یا تمیز کیونکر ہو گی۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دینا بھی ضروری ہے۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے (تسکین القلوب ص ۹۳) پر مولانا سرفراز صاحب کو جواب دیتے ہوئے اور اس بات کا رد کرتے ہوئے کہ روح کا تعلق بدن رسول سے ہمیشہ ہوتا ہے۔ فرمایا: کوئی نہیں ہوتا اور بے سروپا لکھا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے کسی قرآن کے حاشیہ سے نقل کیا ہے۔

حالانکہ قاضی صاحب کا دعویٰ بھی غلط اور ان کی تحقیق بھی غلط، شاہ صاحب نے میزان العقائد شرح شرح عقائد النسفیہ کے (۹۸) پر فرمایا اور اصول بتایا کہ روح اور جسد کا تعلق کتنا ہی نہیں۔

''فيعذب اللحم متصلاً بالروح والروح متصلاً بالجسد وكذا اذا صار ترابا يكون روحه بترابه والروح والتراب يتالمان '' لطف کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب اپنی کتاب مسالک العلماء میں لکھ چکے ہیں کہ روح کو مع بدن عذاب ہوتا ہے اور روح بدن سے متصل ہوتا ہے۔ خدا جانے اس حافظے کو ایسے حضرات سے چڑ کیوں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا قبور میں نماز باجماعت پڑھنا

حدیث لیلۃ الاسراء سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ چکی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اب ہم اس امر کے دلائل پیش کریں گے کہ نماز باجماعت بھی ہوتی ہے۔

ا...... (مشکوٰۃ باب الکرامات) ''عن سعيد بن المسيب قال لما كان ايام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ

ثلاثا و لم یقم و لم یبرح سعید بن المسیب المسجد و کان لا یعرف وقت الصلٰوۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ رواہ الدارمی''

۲ ...... (دارمی ج۱ ص ۴۴) پر ان ہی الفاظ میں یہ روایت سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے۔

۳ ...... (فیض الباری ج۱ ص ۱۸۳) ''وقد ثبت فی القبور کالاذان و الاقامۃ عند الدارمی و ھی قرأۃ القرآن عند الترمذی و الحج عند البخاری''

۴ ...... (دلائل النبوۃ ابونعیم ص ۴۹۶) ''قال سعید ابن المسیب ما فی مسجد رسول اللہ غیر و ما یأتی وقت الصلٰوۃ الا سمعت الاذان و الاقامۃ من القبر ثم اتقدم فاقیم و اصلی و ان اھل الشام لیدخلون المسجد زمرا و یقولون انظروا الی ھذا الشیخ المجنون''

۵ ...... (الجوہر المنظم ص ۲۷، ۲۹، ۴۴ و فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹) ''ان النبی ﷺ حی کما تقرر و انہ یصلی فی قبرہ باذان و اقامۃ''

۶ ...... رسالہ (نور الایمان ص ۱۶) اور (خصائص الکبریٰ سیوطی ج ۳ ص ۴۰۵) صلوٰۃ نبی باذان اور اقامۃ فرمایا۔

۷ ...... (زرقانی ج ۸ ص ۳۰۴) ''اذ ھی حی فی قبرہ یصلی باذان و اقامۃ کما مر''

۸ ...... (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۳) ''قال (ای سعید بن المسیب) فکنت اذا حانت الصلٰوۃ اسمع اذانا من القبر الشریف'' خلاصہ یہ ہے کہ ایام حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہوئی اور حضرت سعید بن المسیب اکیلے مسجد نبوی میں رہ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ نماز کے اوقات کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ مگر ہر نماز کے وقت حضور ﷺ کی قبر مبارک میں سے اذان کی آواز آتی، اقامۃ ہوتی تو وقت پہچان لیتا اور نماز پڑھتا تھا اور اہل شام گروہ در گروہ مسجد میں آتے اور مجھے دیکھ کر کہتے کہ دیکھو اس پاگل بڈھے کو مراد یہ تھی کہ یہاں حشر برپا ہے اور یہ دیوانہ یہاں بے فکر پڑا ہے۔

علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ دارمی سے اذان اور اقامۃ ثابت ہے۔ ترمذی سے قرآۃ القرآن ثابت ہے اور بخاری سے حج ثابت ہے۔

ابونعیم، ابن حجر مکی، علامہ سیوطی اور زرقانی نے صاف لکھا کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اور آپ قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

ان احادیث اور اقوال محدثین کے مقابلے میں ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن کریم انبیاء کی موت کا اعلان کرتا ہے۔ حدیث بھری پڑی ہے کہ انبیاء دنیا سے رخصت ہو گئے تو مرنے کے بعد نماز پڑھنا کیسا؟ پہلے تو انبیاء کے مرجانے کی نفی کے دلائل پیش کئے جائیں، نماز پڑھنا اور باجماعت پڑھنا تو بعد کی بحثیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے آیات قرآنی مثلاً ''انک میت و انھم میتون'' وغیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ایک مرتبہ اس عالم آب و گل کو خیر باد کہنا ہے اور عالم برزخ اور عالم بقا کی طرف جانا ہے ان آیات کی دلالت اسی پر ہے کہ ایک دفعہ دنیا فانی کو چھوڑنا ہے۔ یہ چھوڑنا ایسا فعل ہے کہ اسے موت کہو، ہجرت کہو یا نقل مکانی کہو۔ پھر یہ بات ذہن میں رہے کہ موت عدمی چیز نہیں وجودی ہے۔ مخلوق ہے اور اس کی حقیقت اتنی ہے کہ ''الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب'' ان آیات سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ برزخ میں زندہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس دنیا سے وہ چلے گئے اور عرف عام میں اسی جانے کو موت کہا جاتا ہے اور اسی امر کا اعلان ہے کہ چلے جانا ہے۔ مگر ان سے

یہ ثابت کرنا کہ وہ برزخ میں بھی مردہ ہیں۔ اگر کسی کو یہ ضد ہو تو قرآن و حدیث سے کوئی آیت یا حدیث پیش کرے کہ وہ برزخ میں بھی مردہ ہیں۔ تمام امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے اور عالم برزخ میں زندہ ہیں۔

ان حضرات نے وفات انبیاء کے سلسلے میں یہ آیات قرآنی پیش کرنے کا سبق اور فن مرزائیوں سے سیکھا ہے۔ انہوں نے اپنا کاروبار چمکانے کے لئے جو تجاویز سوچی تھیں۔ ان میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی جائے تاکہ مثیل مسیح یا ''مسیح موعود'' کے چور دروازے سے اپنا مقصد پورا کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہی آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے ثبوت میں ہمیشہ پیش کی ہیں اور آج ان ماڈرن توحیدیوں نے وہ بے کار ہتھیار اٹھا کر نبی کریم ﷺ کی موت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔

انبیاء کی برزخی زندگی پر گزشتہ ابواب میں تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ اب ہم اس نئے استدلال کے ضمن میں چند ایک ثبوت اور پیش کرتے ہیں۔

۱...... (زرقانی ج ۸ ص ۲۷۹) ''قال ابو بکر والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا لانہ یحیا فی قبرہ ثم لا یموت کما ھو احد الوجوہ المتقدمۃ قال الحافظ وھذا احسن ولعلّ ھذا ھو الحکمۃ فی تعریف الموتتین یعنی فی ھذہ الروایۃ المعروفتین المشھورتین الواقعتین لکل احد غیر الانبیاء فبطل تمسک بہ الانکار الحیاۃ فی القبر'' یعنی حضرت ابوبکرؓ کا قسم کھا کر کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں ہرگز نہیں دے گا۔ ظاہر ہے کہ قبر میں آپ کو زندہ کیا جائے گا، پھر موت نہ ہوگی اور آپ کی زندگی ابدی زندگی ہوگی۔

۲...... (فتح الباری ج ۷ ص ۲۰) ''قال ابو بکر والذی نفسی بیدہ لایذیقک اللہ الموتتین ابدا وقد تمسک بہ من انکر الحیاۃ فی القبر واجیب عن اھل السنۃ المثبتین لذالک بان المراد نفی الموت اللازم من الذی اثبتہ عمر بقولہ ویبعثنا اللہ فی الدنیا لیقطع ایدی القائلین بموتہ ولیس فیہ تعرض لمایقع فی البرزخ واحسن ھذا الجواب ان یقال ان حیاتہ ﷺ فی القبرہ لا یعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم ولعل ھذا ھو الحکمۃ فی تعریف الموتتین حیث قال لایذیقک اللہ الموتتین المعروفتین المشھورتین الواقعتین لکل احد غیر الانبیاء'' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول سے مراد یہ ہے کہ آپ نے موت لازم کی نفی کر دی جس کا اثبات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

۳...... (عینی شرح بخاری ج ۱۵ ص ۱۸۵) ''قول ابی بکر لا یذیقک اللہ الموتتین واراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما الموتتان المعروفتان المشھورتان فلذالک ذکرھما بالتعریف وھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء فانھم لا یموتون فی قبورھم بل احیاء ھم واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ ومذھب اھل السنۃ والجماعت ان فی القبر وموتھا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء وقد تمسک بقولہ لا یذیقک اللہ الموتتین من انکر الحیاۃ فی القبر وھم المعتزلۃ ومن سخا نحوھم واجاب اھل السنۃ عن ذالک بان المراد بہ نفی الحیاۃ اللازم من الذی اثبتہ عمر بقولہ لیبعثہ اللہ فی الدنیا لیقطع ایدی القائلین بموت فلیس فیہ نفی موت عالم البرزخ''

۴...... (تیسیر القاری شرح بخاری ج ۳ ص ۴۲۵) علامہ نورالحق محدث دہلوی "لایذیقک اللہ الموتتین ابدا" یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از انکہ وی رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلماناں کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ می کنند آنہارا باز میرانند۔"

۵...... (ایضاً ج ۳ ص ۲۶۲) قول مختار و مقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء بعد اذاقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔

۶...... (کتاب المغازی ج ۴ ص ۲۱۷) "موت دوم آنست کہ سائر الناس را در قبر بعد از سوال و جواب منکر نکیر خواد بود وایں جواب موافق جمہور علماء است کہ قائل اند بحیاۃ سائر انبیاء در عالم برزخ و بایں معنی ناطق است آثار واحادیث چنانکہ بر متتبعان پوشیدہ نیست وایں قول نزد ما احسن اقوال است۔"

۷...... (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۹۰ شیخ عبدالحق محدث دہلوی) "حدیث لایذیقک اللہ" کی شرح میں: "مراد ایں است کہ نمی میرد بموت در قبر ہمچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال جواب باز میرانیدہ می شود وظاہر آنست کہ بعد موت دیگر نیست برائے او بعد از جریان سنت الٰہی بر اذاقت موت و زندہ گردانیدن بعد ازاں حیات باقی و مستمر خواہد بود ومماتِ براں طاری نخواہد شد۔ پس ایں سخن اشارہ است بحیات آنحضرت ﷺ۔"

۸...... (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ مولانا احمد علی سہارن پوری) "والاحسن ان یقال ان حیاتہ ﷺ لا یعقبہا موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورھم" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توجیہ مختلف محدثین اور شارحین حدیث نے جو کی ہے، اس کی مذکورہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ:

۱...... موت اوّل سے حیات ثانی یعنی برزخی کی نفی پر دلیل نہ پکڑے۔

۲...... اجلّہ محدثین حنفی و شافعی مثلاً علامہ بدالدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی، مولانا نورالحق محدث دہلوی، مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، محدث زرقانی نے اس حدیث کا مطلب مراد اور توجیہ بیان کی ہے کوئی ذاتی رائے نہیں۔

۳...... ان حضرات نے کسی خاص محدث کا قول پیش نہیں کیا بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب بیان کیا۔

۴...... جو شخص حیات انبیاء کا قائل نہیں وہ اہل سنت والجماعۃ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ معتزلہ کی جماعت کا فرد ہوسکتا ہے۔

۵...... اس عقیدہ سے انکار کرنے والا مذہب اہل السنۃ کو غلط قرار دیتا ہے۔ لہٰذا یہ بدترین گمراہ ہے۔

اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہیں جو علماء اور محدثین نے اس حیات دائمی کے سلسلے میں مختلف انداز سے پیش کئے ہیں۔ ان میں نماز با جماعت کا ذکر بھی آئے گا اور دوسرے امور کا تذکرہ بھی ہوگا۔

۱...... (زرقانی ج ۶ ص ۴۴) "وفی روایۃ عبدالرحمن بن ھاشم عن انس عند الطبرانی والبیھقی، ثم بعث لہ آدم فمن دون من الانبیاء فامھم تلک اللیلۃ ای جمعوا حولی عبر من ذالک بالنشر او المعنی اخرجوا من قبورھم عبر عنہ بالنشر تشبیھا لہ ببعثھم من قبورھم وسعیھم الی المحشر وحضورھم فیہ" یعنی انبیاء جمع ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور نماز با جماعت ادا ہوئی۔

۲...... (زرقانی ج ۶ ص ۵۲) "وحشر اللہ لہ المرسلین فصلی النبی بالملائکۃ والمرسلین"

۳...... (زرقانی ج۶ ص۵۲) ''ویحتمل الاجساد بارواحھا بان یکون اسری باجسادھم من قبورھم لملاقات النبی ﷺ تلک اللیلۃ تشریفا لہ وتکریما ویؤیدہ حدیث عبدالرحمن بن ھاشم عن انس بعث لہ آدم فمن دونہ من الانبیاء فامھم''

اس مقام پر سوچنے کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اگر قبروں سے نکلتے تو قبریں پھٹ جاتیں لوگ دیکھتے پھر یہ کہ قبر سے نکل کر جانا پھر لوٹ کر قبر میں آنا مشکل ہے۔ کیونکہ میدان حشر میں جب لوگ قبروں سے اٹھ کر جائیں گے تو لوٹ کر قبروں میں نہیں آئیں گے اور اگر لوٹ کے پھر قبر میں آئیں تو یہ تیسری موت ہوگی جو ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ بات ناممکن ہے۔

اس کے جواب میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔ (زرقانی ج۶ ص۷۳) ''وجوابہ کما انہ اذایتم ما قالہ لو کانت ارراحھم مفارقۃ لاجسادھم فی قبورھم لیس کذالک بل ھم احیاء فی قبورھم بحیاۃ حقیقیۃ یأکلون ویشربون ویتمتعون فیھا وخروجھم من القبور ومجینھم لھا لیس الخروج المقتضی للبعث بہ ھو کخروج الانسان من منزلہ لحاجۃ یقتضیھا ویعود الیہ فلا یعد بذالک مفارقا لہ والذی یعد مفارقا بحیث لا یعود الیہ بل یقوم للقیامۃ''

پھر اسی کے (ج۵ ص۳۳۵) پر فرماتے ہیں: ''وجعلوا من ادلۃ حیاتہ علی الدوام وان لا تفارقہ روحہ ابدا'' یعنی انہیں جب حیات دوام حاصل ہے اور حیات بھی حقیقی ہے تو ظاہر ہے کہ روح اور بدن ایک دوسرے سے جدا تو نہیں ہیں۔ لہٰذا قبروں سے ان کا نکلنا ایسا نہیں جیسے مردے کا جی اٹھنا بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلے اور کام کر کے گھر لوٹ آئے۔

۴...... (زرقانی ج۵ ص۳۳۲) ''ومنھا انہ حی فی قبرہ قال البیھقی لان الانبیاء بعد ما قبض رد الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم الی ان قال وکذالک الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وروی ابویعلی والبیھقی عن انس ان النبی ﷺ قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وروی احمد ومسلم والنسائی ان النبی ﷺ قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب وھو قائم یصلی فی قبرہ ولھذا قیل لا عدۃ علی ازواجہ لانہ حی فتز وجھن باقیۃ''

۵...... (شفاء السقام ص۲۰۲) امام سبکی فرماتے ہیں: ''وقد اجمع اھل السنۃ علی اثباۃ الحیاۃ فی القبر قال امام الحرمین فی الشامل اتفق سلف الامۃ علی اثبات عذاب القبر واحیاء الموتیٰ فی قبورھم ورد ارواحھم فی اجسادھم الی ان قال ان احیاء المکلفین فی القبر وسؤالھم جمیعاً لا خلاف فیہ بین اھل السنۃ''

۶...... (ایضاً ص۲۰۳) ''العلم والسماع ھما مشروطتان بالحیاۃ قد وردت بھا الاخبار الصحیحہ فیجب التصدیق بھا ویقطع بان الحیاۃ تعود الی المیت اما انہ ھل یموت بعد ذالک موتۃ ثانیۃ لم یرو فی الاحادیث التصریح بذالک''

۷...... (نور الایمان ص۱۶ مولانا عبدالحلیم لکھنوی) ''وھو ﷺ احیاہ اللہ تعالیٰ بعد موتہ حیاۃ تامۃ واستمرت تلک الحیاۃ الی الآن وھی مستمرۃ فی المستقبل وشارکہ الانبیاء صلوات اللہ علیھم اجمعین وھو حی بالحیوۃ الکاملۃ مع الاستغناء عن الغذاء'' یعنی حضور ﷺ کی حیات تامہ ہے دائمی ہے نماز پڑھتے ہیں سلف امت

کا اس پر اجماع ہے اہل السنۃ میں سے کسی ایک نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا اور تعجب کی بات ہے کہ کچھ لوگ آج اس حقیقت کا انکار بھی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل السنۃ بھی کہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی صحیح حیثیت معلوم کر لینا ضروری امر ہے۔ چنانچہ علامہ سبکی نے کچھ وضاحت کی ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۳۰) ''من ادّعا ان قبر النبی ﷺ وغیرھم من المسلمین سواء فقد اتی امرا عظیما فقط ببطلانہ و خطائہ فیہ و فیہ حط لدرجۃ النبی ﷺ الی درجۃ من سواہ من المسلمین و ذٰلک کفر متیقن فان من خط درجۃ النبی ﷺ عما علیہ ویجب لہ فقد کفر''

۲...... (نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ج ۱ ص ۳۱۶) ''وقد حرم اللہ جسدہ علی الارض واحیاہ فی قبرہ کسائر الانبیاء وقد رأیت بعض الکتب ان السلف اختلفوا فی کفر من قال ان النبی ﷺ لما انتقلت روحہ لملاء الاعلیٰ تغیر بدنہ وروی ان وکیع بن جراح حدث عن اسماعیل بن ابی خالد ان رسول اللہ ﷺ لما توفی لم یدفن حتی ابابطنہ وانتنی خنصرہ واخضرت اظفارہ لانہ ﷺ توفی یوما لاثنین وترکہ لیلۃ الاربعاء لا شفالھم بامر الخلافۃ واصلاح امر الامۃ وحکمتہ ان جماعۃ من الصحابۃ قالوا لم یمت فاراد اللہ ان یریھم آیۃ الموت فبہ ولما حدث وکیع لھذا بمکۃ رفع الی الحاکم العثمانی فاراد صلبہ علی خشبۃ لضبھالہ خارج الحرام لشفع فیہ سفیان بن عینیہ واطلقہ ثم ندم علی ذالک ذھب وکیع الی المدینہ فکتب الحاکم لاھلھا اذا قدم الیکم فارجموہ حتی یقتل فابردلہ بعض الناس بریدا اخبرہ بذالک فرجع لکوفۃ خیفۃ من القتل وکان المفتی بقلتہ عبدالمجید بن رواد وقال سفیان لایجب علیہ القتل وانکر ھذا الناس وقالوا راینا بعض الشھداء نقل من قبرہ بعد اربعین سنۃ فوجد رطبا ولم یتغیر منہ شئ فکیف بسید الشھداء ﷺ وھذا زلۃ قبیحۃ لا ینبغی التحدث بھا''

ان دو اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ:

۱...... جو شخص یہ کہے کہ انبیاء اور بقایا مخلوق موت کے بعد برابر ہیں یا موت کے بعد نبی کے بدن اور روح کا تعلق اور بقایا مخلوق کے بدن عنصری اور روح کے تعلق میں کوئی فرق نہیں۔

۲...... جو شخص یہ کہے کہ موت کے بعد انبیاء کے بدن متغیر ہو جاتے ہیں تو ایسے شخص کے متعلق دو حکم شرعی ہیں۔ اوّل یہ وہ شخص قطعی کافر ہو گیا۔ دوسرا یہ کہ وہ واجب القتل ہے۔ اس دوسرے حکم میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ آیا کفر اور قتل دونوں سزاؤں کا مستحق ہے یا صرف قتل ہی واجب ہے اور یہ دونوں اس بناء پر مترتب ہوئے کہ ایسے شخص نے نبی کی توہین کی۔ نبی کی کسی صفت کی توہین کفر ہے نبی کے لباس اس کے بال حتیٰ کہ اس کے جوتے کی توہین بھی کفر ہے۔

حیرت ہے کہ جو لوگ اتنی جرأت کر لیتے ہیں اور برملا کر لیتے ہیں کہ مرنے کے بعد نبی غیر نبی بلکہ مسلمان کافر سب ایک جیسے ہوتے ہیں بس مر گئے مٹی ہو گئے۔ (معاذ اللہ)

امام رازی نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''من اذی شعرۃ من شعر اتک او جزأ من نعلک اکفر'' (تفسیر کبیر ص ۴۲۳)

علامہ انور شاہ کشمیری نے (خزائن الاسرار ص ۱۹) میں حجاج بن یوسف کے کفر کے متعلق لکھا ہے: ''وفی

الکامل للمبرد و مما کفر به الفقهاء الحجاج انه رای الناس یطوفون حول حجرة رسول الله ﷺ فقال انما تطوفون باعواد و امة قلت و انما کفروه بهذا لان فی هذا الکلام تکذیبا لرسول الله ﷺ نعوذ بالله من اعتقاد ذلک فانه صح عنه ﷺ قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ اخرجه ابو داؤد"

یعنی حجاج نے ایک صحیح حدیث کی تکذیب کی تو فقہاء نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا اور یہاں یہ عالم ہے کہ ایک چھوڑ کئی حدیثوں کا انکار ہی نہیں استہزاء بھی ہے اور اپنے آپ کو صرف معیاری مسلمان سمجھنے ہی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ جو ان لوگوں کی طرح توہین انبیاء اور تکذیب حدیث کی جرأت نہ کر سکے اس کو کافر کہتے ہیں اور یہ شغل تکفیر آج کل جوبن پر ہے۔

آیئے کلیجے پر پتھر رکھ کر یہ منظر بھی دیکھ لیں: ان اصلی مسلمانوں اور ان سکہ بند اہل سنت کے ایک بزرگ نے ایک کتاب اربعین کے نام سے لکھی ہے اور اس میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں اور حدیث بیان کرنے کے بعد اپنے قلم کی جولانی کچھ اس انداز سے دکھاتے ہیں کہ: من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید کا سماں نظر آتا ہے۔

۱...... (اربعین ص ۳۰) حیات انبیاء کا عقیدہ یہودیوں کا تھا مسلمان گویا ان کے تابع ہیں۔ اب پلٹ کے ان آیات احادیث اور فقہاء محدثین مفسرین کے بیان پڑھیے جنہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ حیات انبیاء کا عقیدہ اہل السنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جھوٹ بولنے کا بھی سلیقہ ہوتا ہے۔ مگر جسے ہر حال بولنا ہی ہو وہ سلیقہ کی پرواہ کب کرتا ہے۔

۲...... (اربعین ص ۴۲) جس قبر کی پوجا کی جائے چاہے نبی کی ہو یا غیر نبی کی بمنزلہ بت کے ہے جیسے بت نہیں سنتا نہیں دیکھتا اور جواب نہیں دیتا ہے اسی طرح قبر میں دفن کئے گئے بزرگ۔ یہ بڑا اس لئے ماری کہ جو لوگ روضہ اطہر کے پاس جا کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں وہ بت پرست ہیں اور نبی کریم ﷺ کی قبر بت ہے اور نبی ﷺ بھی بت ہیں۔ (معاذ اللہ)

۳...... (مسالک العلماء ص ۹۷) موت کے بعد نبی، ولی، مومن، کافر کے ساتھ تعلق روح و اتصال روح مساوی اور برابر ہے۔

۴...... (اربعین ص ۴۹) رسول خدا نے منع فرمایا کہ میری قبر پر (یعنی روضہ اطہر پر) حاضری نہ دینا اور نہ آنا۔

۵...... ذرا تفصیل درکار ہو تو (ندائے حق ص ۲۸۳، ۲۸۴) مطالعہ فرمالیجئے۔

۶...... (ندائے حق ص ۲۷۹) رد سلام سو وہ برحق ہے مگر قضیہ مطلقہ عامہ ہے وہ نہ دائم مطلق نہ ضرور یہ مطلقہ جس کا مطلب یہ ہے کہ رد سلام نہ ضروری ہے نہ دائمی ہے۔ ہاں! بالفعل ہے اور مشیت ایزدی پر موقوف ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہ رد سلام برحق کون سلام کا جواب دیتا ہے آپ کے بڑے بزرگ تو اربعین کے (ص ۴۲) پر فرما رہے ہیں کہ قبر میں دفن کئے ہوئے بزرگ (نبی ہو یا ولی) نہ سنتا ہے نہ جواب دیتا ہے۔ جھوٹے گواہ بھی شہادت دینے سے پہلے بیان ملا لیا کرتے ہیں کہیں اختلاف نہ ہو جائے اور مقدمہ ہار کر مادی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ ان لوگوں سے سبق سیکھا ہوتا۔ مگر اس کی فکر وہ کرے جسے ایمان کی دولت کی قدر ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ نمائشی علم کے زور سے جہالت کا ریکارڈ مات کیا جا رہا ہے۔ جیسے کوئی جھوٹا آدمی چیخ چیخ کر بات کرتا ہے کہ اس کی آواز کی بلندی اس کے جھوٹ پر پردہ ڈال سکے اور وہ سچ معلوم ہو سکے منطق جاننے والے دنیا سے نابود نہیں ہو گئے۔

سنئے قضیہ مطلقہ عامہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ موضوع کو ہر سہ زمانوں میں سے کسی زمانہ میں حکم حاصل ہو جائے گا جیسے زید ضاحک بالفعل یعنی زید کو ماضی حال یا مستقبل میں سے کسی زمانہ میں ضحک حاصل ہو جائے گا تو نیلوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر پر جا کر درود وسلام پڑھتے ہیں وہ فی الحال تو نبی کریم ﷺ نہیں سنتے۔ ہاں! کسی وقت سن لیں گے یعنی آواز زبان سے نکل رہی ہے اس وقت تو نہیں سنتے ہاں جب سنانے والا چپ ہو جائے گا تو سنیں گے یا پڑھنے والے سے پہلے ماضی میں سن لی ہو۔ جب اس نے درود وسلام پڑھا ہی نہیں تھا۔

معلوم ہوتا ہے نیلوی صاحب سائنس کی جدید ترین تحقیق سے بھی واقف ہیں کہ ہماری آواز یعنی ہر بات فضا میں گم نہیں ہو جاتی بلکہ ایتھر میں محفوظ ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے تحقیق جاری ہے کہ یہ محفوظ آوازیں ریکارڈ کرنے کا انتظام ہو جائے۔ اس تحقیق سے ہزاروں برس پہلے کی باتیں معلوم کی جاسکیں گی۔ بہر حال علم آخر علم ہی ہے منطق ہو یا سائنس اور کسی مقام پر ان کی سرحدیں مل جائیں تو بعید بھی نہیں۔

پھر نیلوی صاحب نے ایک قید اپنی طرف سے بڑھائی کہ مشیت ایزدی پر موقوف ہے۔ چلئے یہ تو درست ہے ہر کام مشیت ایزدی پر ہی موقف ہے۔ مگر مشیت ایزدی کو اپنی مشیت کا پابند کر دینا کون سی منطق ہے۔ آپ کی مشیت یہ ہے کہ اب نہ سنیں۔ پھر کبھی سنتے رہیں۔ اس لئے مشیت ایزدی بھی اسی طرح ہونی چاہئے کہ اب نہ سنیں۔ حدیث کے الفاظ سے تو قضیہ مطلقہ عامہ ہرگز نہیں بن سکتا۔ ہاں! پیوندکاری سے کام لیں تو اور بات ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعته'' یہ مادہ قضیہ موجبہ کلیہ دائمہ مطلقہ میں ہے یا ضروریہ مطلقہ میں ہے مفہوم حدیث یہ ہے: ''کل من صلی علی عند قبری سمعته بالدوام او بالضرورة''

قضیہ ضروریہ مطلقہ وہ ہوتا ہے جس میں ثبوت محمول کا موضوع کے لئے ضروری جب ہے جب تک ذات موضوع کی متصف ہو وصف عنوانی موضوع سے جیسا کل انسان حیوان بالضرورۃ یعنی جب تک انسان وصف انسانیت۔ سے موصوف ہے اس کے لئے حیوانیت ضروری ہے۔

اور دائمہ مطلقہ وہ ہوتا ہے جس کے لئے ثبوت محمول کا موضوع کے لئے دائمی ہو جیسا کہ: ''کل فلک متحرک بالدوام'' یعنی ہر فلک جب تک فلک ہے اس کے لئے حرکت دائمی ہے۔

تو حدیث کا مفہوم ظاہر ہو گیا کہ جب روضہ رسول ﷺ کے پاس کوئی درود پڑھتا ہے رسول خدا ﷺ سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ: ''لایخلوا و لا تذهب الوقت من الاوقات الا یصلی علیه صلی الله علیه وسلم بالدوام او بالضرورة'' اب بتایئے یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے یا دائمہ مطلقہ۔ اگر حضور اکرم ﷺ پر درود کسی کسی وقت پڑھا جاتا تو مطلقہ عامہ ہوتا۔ مگر جب صلوۃ وسلام حضور اکرم ﷺ پر ہر وقت پڑھا جاتا ہے تو سماع بھی ہر وقت ضروری اور دائمی ہے۔

کیوں صاحب منطق کے زور سے حدیث رسول ﷺ کا تمسخر اڑانا بھی کوئی منطق کی قسم ہے؟ آدمی درود وسلام اب پڑھ رہا ہے اور نیلوی صاحب کی منطق کے مطابق ممکن ہے۔ دس سال بعد نبی کریم ﷺ سنیں اور رد سلام برحق کا موقعہ خدا جانے کب آئے:

علم را برتن زنی مارے بود علم را بر جاں زنی یارے بود

اولیاء اللہ کا بیداری میں انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کرنا اور ہم کلام ہونا

یہ حقیقت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہوگئی کہ بعد موت برزخ میں انبیائے کرام کی حیات تامہ ہوتی ہے دائمی ہوتی ہے اور بالکل ایسی جیسے دنیوی زندگی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کھانے پینے اور اس سے متعلق دوسری ضروریات سے مستغنی ہوتی ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اولیاء کرام کو خرق عادت کے طور پر انبیائے کرام علیہم السلام کی زیارت بھی ہوسکتی ہے اور ان سے ہم کلام بھی ہوسکتے ہیں۔

آئندہ صفحات میں ایسے شواہد پیش کئے جائیں گے کہ معاملہ صرف ہوسکنے کا نہیں بلکہ واقعتاً ہوتے ہیں۔

۱...... (الحاوی للفتاوی علامہ سیوطی، تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵) ''انہ علیہ السلام (ای عیسیٰ بن مریم) یاخذ الاحکام من نبینا ﷺ شفاھا بعد نزولہ وھو ﷺ فی قبرہ الشریف وایدہ بحدیث ابی یعلی والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد لاجیبنہ'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوں گے۔ حضور ﷺ سے ہم کلام ہوں گے تو احکام لیں گے۔ حضور ﷺ جواب دیں گے اور بالمشافہ گفتگو ہوگی۔

۲...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵) ''وجوز ان یکون ذالک بالاجتماع معہ علیہ السلام روحانیۃ ولا بدع فی ذالک فقد وقعت رویتہ ﷺ بعد وفاتہ لغیر واحد من الکاملین من ھذہ الامۃ والاخذ منہ یقظۃ قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی قدس سرہ رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظھر فقال یا بنی لم لا تکلم قلت یا ابتاہ انا رجل اعجم کیف اتکلم علی فصحاء بغداد فقال افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ سبعا وقال تکلم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ فصلیت الظھر وجلست وحضر فی خلق کثیر فارتج علیّ فرأیت علیا کرم اللہ وجھہ قال ما بارانی فی المجلس فقال لی یا بنی لم لا تکلم قلت یا ابتاہ قد ارتج علیّ فقال افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ ستا فقلت لم لاتکلمھا شعا فقال ادبا لرسول اللہ ﷺ ثم تواری عنی''

یعنی یہ کوئی علمی بحث نہیں کہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بلکہ امر واقعہ ہے کہ شیخ عبدالقادر گیلانی بیان کرتے ہیں حضور ﷺ کی زیارت قبل ظہر ہوئی گفتگو بھی ہوئی۔

۳...... (ایضاً ج ۲۲ ص ۳۵) ''وقال ایضاً فی ترجمۃ الشیخ خلیفۃ بن موسی النھر ملکی کان کثیر الرویۃ لرسول اللہ ﷺ یقظۃ ومناما فکان یقال ان اکثر افعالہ یتلقاہ منہ ﷺ یقظۃ ومناما رواہ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشرۃ مرۃ''

۴...... (ایضاً) ''وقال الشیخ تاج الدین بن عطاءاللہ فی لطائف المنن قال رجل للشیخ ابی العباس المرسی یا سیدی صافحنی بکفک ھذہ لقیت رجالا وبلادا فقال واللہ ما صافحت بکفی ھذہ الا رسول اللہ ﷺ ثم قال الشیخ لو حجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفۃ عین ما عدرت نفسی من المسلمین ومثل ھذہ النقول کثیر من کتب القوم جدا''

۵...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶) ''اخرج البخاری واخرج ابو داؤد ومسلم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی واخرج الطبرانی مثلہ واخرج

الدارمی مثلہ من حدیث ابی قتادۃ وقال ھذا الحدیث یدل علی ان من یراہ ﷺ فی النوم فسیراہ فی الیقظۃ الی ان قال وقد ذکر من السلف والخلف وھلم جرا فمن کانوا رأوہ ﷺ فی النوم وکانوا ممن یصدقون بھذا الحدیث فراوہ بعد ذالک فی الیقظۃ وسالوہ عن اشیاء کانوا امنھا متشوشین فاخبرھم بتصریحھا ونص لھم علی الوجوہ التی منھا یکون فرجھا فجاء الامر کذالک بلا زیادۃ ولا نقصان''

یعنی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور سلف وخلف میں اس حدیث کے عملاً تصدیق کرنے والے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور بعض ایسے مسائل پوچھے جن کے متعلق انہیں تشویش تھی۔

۶...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۴۰ بحوالہ امام غزالیؒ) ''ثم انھم وھم فی یقظۃ انھم یشاھدون للملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون الکلام منھم واصواتا وتقتسبون منھم فوائد ثم یترفی الحال من مشاھدۃ الصور والامثال ابی درجات یضیق منھا نطاق النطق الی ان قال اذا حصل للانسان طہارۃ النفس وتزکیۃ القلب وقطع العلائق وحسم مادۃ الباب الدنیا من الجاہ والمال والخلطۃ بالجنس والاقبال علی اللہ تعالٰی بالکلیۃ علما دائما وعملاً مستمراً کشفت لہ القلوب ورأی الملائکۃ وسمع کلامھم واطلع علی ارواح الانبیاء والملائکۃ وسماع کلامھم ممکن للمؤمن وعقوبۃ للکافر والظاھر من کلامھم ان الاجتماع بھم والاخذ منھم لایکون الا للکاملین ذی النفوس القدسیۃ''

یعنی یہ مشاہدہ ممکن ہے ہاں تزکیہ قلب، قطع علائق اور علماً وعملاً ہر وقت اللہ تعالٰی کی طرف قلبی توجہ رہنے سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔

۷...... (المنقذ من الضلال ص ۵۰) ''ومن اول الطریقۃ تبتدا المشاھدات والمکاشفات حتی انھم فی الیقظۃ یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتا ویقتسبون منھم فوائد''

۸...... (ایضا ص ۵۹) ''قال الشیخ الکبیر لوحجب عنی رسول اللہ طرفۃ عین ما عددت نفسی مرد المؤحدین''

۹...... (مقدمہ المنقذ من الضلال) ''وقال سیدی الشیخ محمد ابو المواھب الشاذلی رأیت رسول اللہ ﷺ فقال لی عن نفسہ لست بمیت وانما موتی عبارۃ عن تستری عمن لا یفقہ عن اللہ تعالٰی واما من یفقہ من اللہ تعالٰی فھا انا اراہ ویرانی'' یعنی شیخ شاذلی نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں مردہ نہیں ہوں میری موت کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوں جن کو اللہ تعالٰی نے فہم وبصیرت عطا نہیں فرمائی ورنہ اہل فہم وبصیرت تو مجھے دیکھتے ہیں اور میں انہیں دیکھتا ہوں۔ یعنی باہمی ملاقات ہوتی ہے۔

۱۰...... علامہ شعرانی نے (طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۵) میں شیخ کا قول بعینہٖ انہی الفاظ میں بیان فرمایا۔

۱۱...... (طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۳) شیخ شاذلی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وکان رضی اللہ عنہ کثیر الرویا لرسول اللہ ﷺ وکان یقول قلت لرسول اللہ ﷺ ان الناس یکذبوننی فی صحت رؤیتی لک فقال رسول اللہ عزت اللہ عظمتہ من لم یؤمن بھا او کذبک فیھا لا یموت الا یھودیا او نصرانیا او مجوسیا''

۱۲...... (ایضاً ج ۲ ص ۷۵) شیخ شاذلی کے متعلق لکھتے ہیں: ''کان یقول تفل رسول اللہ فی فمی فقلت یارسول اللہ ما فائدۃ ھذا التفل فقال لا تتفل بعدھا علی مریض الا ویبرأ''

صاحب روح المعانی کاملین کے مذکورہ بالا واقعات بیان کرنے کے بعد ایک بات لکھ گئے ہیں: "ثم انی اقول بعد ھذا کلہ ان ما نسب الی بعض الکاملین من ارباب الاحوال من رؤیۃ النبی ﷺ بعد وفاتہ وسوالہ والاخذ عنہ لم نعلم وقوع مثلہ فی الصدر الاوّل الخ" (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸، ۳۹)

یعنی جو کچھ صوفیہ کاملین کی طرف منسوب ہے کہ بیداری میں زیارت رسول ﷺ ہونا، ان سے ہم کلام ہونا، ان سے مسائل پوچھنا وغیرہ۔ اس قسم کی باتوں کا ثبوت دور صحابہ میں نہیں ملتا۔ ظاہر ہے کہ سلاسل اربعہ کی انتہاء حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما پر ہوتی ہے۔ ان سے یہ چیز عمومی طور پر منقول نہیں۔

یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ پھر اس کیوں؟ کی دو قسمیں ہیں: اوّل یہ کہ اس تفاوت میں حکمت کیا ہے؟ تو اس کا تفصیلی جواب ہماری کتاب دلائل السلوک میں چھٹے اعتراض کے جواب میں (ص ۱۹۳ تا ۲۰۰) مطالعہ کیا جائے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جب دور صحابہ میں ایسا نہیں ہوا تو صوفیہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ غلط ہے اور ناممکن ہے۔ "کیوں" کی یہ قسم ان لوگوں کی زبان پر آتی ہے جو یا تو تصوف و سلوک اور اولیاء اللہ کے مقام و مرتبہ کے منکر ہیں یا وہ لوگ کہتے ہیں جو منکر تو نہیں مگر خود اس نعمت سے محروم ہیں۔ اس لئے ان کی انا کو ٹھیس لگتی ہے یا وہ لوگ کہتے ہیں جن کو قرآن و حدیث کا علم نہیں اور اصول سے ناواقف ہیں۔

ایسے لوگوں کے لئے جواب یہ ہے کہ:

۱...... جیسے فقہ میں ہر مسئلہ کی ہر جزئی نص سے ثابت کرنا محال ہے اسی طرح معاملہ یہاں بھی ہے۔ اس لئے صرف یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی کوئی اصل ہے یا نہیں۔ جب اصل ہے تو جواز ثابت ہو گیا۔ "اذا جاء النقل ذھب العقل" جب شرعی اصل مل جائے تو عقلی موشگافیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔

روح سے کلام ہونا، عذاب و ثواب کا معلوم ہونا، ملائکہ کو دیکھنا ان سے کلام کرنا، روح سے فیض ملنا وغیرہ۔ ایسی باتیں ہیں کہ کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔ اصولی طور پر تو ایک حدیث معراج ہی تمام مسائل کے جواب میں کافی ہے۔

۲...... کاملین صوفیہ نے اپنے متعلق جو بیان کیا ہے یا جن اکابر علماء نے ان کے متعلق حالات بیان کئے ہیں۔ ان کو ناقابل تسلیم خیال کرنا صرف اسی شخص کا کام ہے جو ان حضرات کے تعلق باللہ سے ناواقف ہے اور ان واقعات کو افسانوی حیثیت صرف وہی دے سکتا ہے جو نرا ادیب ہو اور بس۔

طبقات الکبریٰ میں علامہ شعرانی نے شیخ ابوعثمان ولی اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ومن العباد من تولی اللہ تربیتہ بنفسہ بغیر واسطۃ ومنھم من تولاہ بواسطۃ بعض اولیائہ ولو میت فی قبرہ فیربی مریدہ وھو فی قبرہ ویسمع مریدہ صوتہ من القبر ومن عباد اللہ یتولا اللہ تربیۃ النبی ﷺ بنفسہ من غیر واسطۃ بکثرۃ صلوتھم علیہ ﷺ وکان رضی اللہ عنہ یقول سمعت شیخنا ابا عثمان یقول بالدرس علی رؤس الاشھاد لعن اللہ من انکر علی ھذا الطریق ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل لعنۃ اللہ علیہ وکان یقول من اعترض علی ھذا الطریق لا یفلح ابدا وسمعت شیخنا ابا عثمان یقول انھما جاءت الم نشرح لک صدرک من بعد واما بنعمۃ ربک فحدث اشارۃ الی ان من حدث بالنعمۃ فقد شرح اللہ صدرہ کانہ یقول تعالٰی اذا حدثت بنعمتی و نشرتھا فقد شرحت صدرک" (طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۲)

۳...... (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۶۶) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے خورد سالہ بچوں کا خیال آیا۔ پدری شفقت نے جوش مارا دل میں صدمہ ہوا تو اسی وقت جناب رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: ''تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسے تیری اولاد و یسے میری اولاد'' آپ کو اطمینان ہو گیا۔

۴...... (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۹۷) بندہ کو آنکھیں بند کرنے کی حاجت نہیں ہے میرا حاجی یعنی حاجی امداد اللہ صاحب کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کی اجازت اور مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی۔ حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول خدا ﷺ کے ساتھ یہی تعلق رہا۔ یعنی بغیر آپ کے حکم کے کوئی کام نہ کرتا تھا۔

۵...... (جذب القلوب ص ۲۲۷ و القول البدیع ص ۱۷۳) ایک ولی اللہ کا واقعہ درج ہے کہ ان پر قرض ہو گیا۔ ادا نہ ہوسکا تو قرض خواہ نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ قاضی نے حکم دے دیا کہ فلاں تاریخ کو رقم عدالت میں پیش کرو۔ تین ہزار دینار کی رقم تھی۔ ولی اللہ سخت پریشان ہوا۔ اس حالت پریشانی میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جاؤ۔ میرا سلام کہو اور کہو کہ رسول خدا نے فرمایا کہ یہ رقم دے دے۔ دل میں خیال آیا کہ وزیر میری بات کیسے مان لے گا۔ دوسرے دن بھی حضور ﷺ نے یہی فرمایا۔ تیسرے دن فرمایا کہ وزیر کو یہ کہنا کہ تم ہمیشہ بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے پانچ ہزار بار درود شریف حضور اکرم ﷺ پر بھیجتے ہو۔ اس کا علم اس کے بغیر کسی کو نہیں۔ جب وہ ولی اللہ وزیر کے دروازے پر پہنچا وزیر کو پیغام دیا تو کہا: مرحبا برسول اللہ ﷺ! بعد از اں سہ ہزار دینار برمن بیاوردہ و گفت ایں را در قضائے دین خود بدہ و سہ ہزار دیگر آورد گفت ایں را نفقہ عیال خود کن و سہ ہزار دیگر داد کہ ایں را سرمایہ تجارت خود کن و مرا سوگند داد کہ رابطہ مودت از من قطع نہ کنی۔

اس قسم کے ہزاروں واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ مگر: نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ان حقائق کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا ذہن مادیات سے آگے کچھ سوچ نہ سکتا ہو اور جس کی نگاہ مادیت سے ماوراء کچھ دیکھ نہ سکتی ہو اور جس کا قلب مادیات کی دلدل میں پھنس کر روح کی قوت اور اس کی وسعت سے آشنا نہ ہوسکا ہو۔

صفیر شاہبازاں کم شناسد کہ گوشش باطنین پشہ خو کرد

کیونکہ

کر گساں را رسم و آئیں دیگر است سطوت پرواز شاہیں دیگر است

''ان عقیدۃ سماع الموتی واجب لان سماع الموتی ثبت بالاجماع و کل حکم یثبت بالاجماع الایمان بہ واجب ھذا عقیدۃ سماع الموتی واجب الایمان بحیاۃ الانبیاء واجب لان حیاتھم تثبت بالاجماع والتواتر و کل شیء یثبت بالاجماع والتواتر فالایمان بہ واجب لھذا الایمان بحیاۃ الانبیاء واجب الانکار بحیاۃ الانبیاء کفر لان حیاتھم ثبتت بالاجماع والتواتر و کل حکم یثبت بالاجماع والتواتر فانکارہ کفر۔ لھذا انکار حیاۃ الانبیاء کفر کما قال مولانا ادریس کاندھلوی فی درس البخاری والترمذی و کما فی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض فی الجلد الاول''